ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق وانتم تعلمون

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

پروفیسر سعید اسعد کے چند قصور

موسوم بہ

نمونہ از خروارے

از قلم:

مفتی محمد چمن زمان نجم القادری

رئیس جامعۃ العین۔ سکھر

جھلکیاں:

پروفیسر سعید اسعد کے نزدیک:

- حضرت عمار کے قتل کا ذمہ دار مولا علی کا لشکر
- انبیائے کرام کی تعداد میں "ایک ہزار" کا اضافہ
- سیدۂِ کائنات کا نام آتے ہی شرک کا فتوی
- تلبیس اور خلطِ مبحث
- مدعی سے سائل بننے کی چال
- "آلِ محمد" میں اولادِ رسول ﷺ کی امتیازی حیثیت کا انکار
- خونِ رسول ﷺ اور خونِ ابو لہب کو ایک کہہ دیا
- حضور ﷺ کی حقیقی اولاد سے کفر کے وقوع کو جائز کہہ دیا
- دوہرا معیار
- فاسد استدلال

اور:

- آلِ محمد ﷺ کا مفہوم احادیثِ طیبہ کے تناظر میں
- اولادِ رسول ﷺ تا قیامت خباثتِ کفر سے محفوظ و مامون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدا لک یا اللہ صلوۃ وسلاما علیک وعلی آلک یا حبیب اللہ

بندہ نے چند دن قبل منظرِ عام پہ آنے والے اپنے مختصر رسالہ بنام "**گھر یا گھاٹ کوئی ایک چن لیں**" میں پروفیسر سعید احمد اسعد صاحب کی بدلتی روش اور ناصبیت نوازی کی نشاندہی کی۔ بندہ کا یہ رسالہ جمعرات 20 جمادی الاولی 1444ھ مطابق 15 دسمبر 2022ء کو منظرِ عام پہ آیا۔

اصولی طور پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ:

- ✓ اگر اس میں موجود الزامات غلط تھے تو پروفیسر سعید صاحب ان کی تردید کرتے۔
- ✓ اور اگر درست تھے تو ان کا کوئی حل پیش کرتے۔
- ✓ اور اگر حل نہیں تھا تو اپنی روش تبدیل کرتے۔

لیکن ان تینوں رستوں کے بجائے پروفیسر صاحب نے وہ رستہ چنا جو ایک مخصوص طبقہ اپنی "بنی بنائی" کو برقرار رکھنے کے لیے چنا کرتا ہے۔

پروفیسر صاحب کے آفیشل فیس بک پیج سے جمعہ کے خطاب کی ایک ویڈیو شیئر کی گئی جس کو اس عنوان سے تھمب نیل دیا گیا: سعید اسعد کا قصور کیا؟ میں کس کا پابند ہوں؟

بندہ نے سوچا کہ:

اگر پروفیسر صاحب واقعی اپنے قصور سے واقف نہیں ہیں تو ہم حضرت کے چند کارہائے نمایاں جو ہماری نظر میں ان کے قصور ہیں، ان کی نشاندہی کیے دیتے ہیں۔ تاکہ یہ گفتگو کسی نتیجہ تک پہنچ سکے۔

لیکن جیسا کہ زیرِ نظر کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ: **"مشتے نمونہ از خروارے"** ہے۔

کیونکہ پروفیسر صاحب اس سفر میں کئی داستانیں رقم کر چکے ہیں جنہیں مختصر وقت میں اور اس مختصر کتابچہ میں درج کرنا ممکن نہیں۔ لیکن چونکہ پروفیسر صاحب کی طرف سے ویڈیو کے سرنامہ پر "قصور" کی نشاندہی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس لیے سطورِ ذیل میں چند "قصور" گنوائے جارہے ہیں اور پروفیسر صاحب کی شخصیت سے امید ہے کہ اگر حضرت واقعی جمعِ امت کا جذبہ رکھتے ہیں تو اس امت کو مزید افتراق وانتشار کی جانب دھکیلنے کے بجائے جو باتیں اصولی ہیں، ان کے اصولی حل کی جانب آئیں گے۔

اللہ کریم جل وعلا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حق پر گامزن رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین

بحرمۃ النبی الامین وآلہ الطاہرین

صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم

بندہ

محمد چمن زمان نجم القادری

نمونہ اول

از قصورہائے پروفیسر سعید اسعد

مولائے کائنات مولا علی مشکل کشا کے لشکر کو حضرت سیدنا عمار بن یاسر کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرانا۔

بندہ پہلے بھی پروفیسر صاحب کے اس قصور کی نشاندہی کر چکا۔ اس لیے اس کی زیادہ تفصیل میں جانا ضروری نہیں سمجھتا۔ لیکن یہاں پروفیسر صاحب سے اتنا ضرور عرض کروں گا کہ:

پروفیسر صاحب!

آپ کی روش میں اور رسوائے زمانہ ارذل آصف دجالی کی روش میں کیا فرق ہے؟
اس کمبخت نے خلیفہ اول بلافصل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا کے دفاع کا بہانہ کر کے رسول اللہ ﷺ کی لختِ جگر سیدہ طیبہ طاہرہ عابدہ زاہدہ سیدۃ نساء العالمین سیدۂِ کائنات سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ تعالی علیہا پر طعن کیا۔۔۔

اور آپ نے جنگِ صفین میں مولائے کائنات مولا علی مشکل کشا شیر خدا علیہ السلام کے مقابل آنے والے حضرات کو طعن سے بچانے کے لیے مولائے کائنات کے لشکر کو موردِ الزام قرار دیا جس کے نتیجے میں اعتراض خود مولائے کائنات تک جا پہنچتا ہے۔

ہمیں تو یہ ایک ہی طریقۂِ واردات نظر آتا ہے۔ فرق صرف نشانے کا ہے۔ بلکہ نشانے کا بھی نہیں۔ کیونکہ لعین ارذل آصف دجالی کا نشانہ بھی آلِ عباء تھے اور آپ نے بھی نشانہ اسی طرف لگایا۔

جنگِ صفین میں جو حضرات مولائے کائنات مولا علی مشکل کشا کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم کے مقابلے پر آئے۔ ان میں سے جو حضرات صحابہ تھے، ان کا جائز دفاع کرنے پر کوئی اعتراض نہیں۔ ان حضرات کے شایانِ شان دفاع صدیوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔

آپ کی ستم ظریفی یہ ہے کہ:

آپ نے مولائے کائنات مولا علی کے لشکر کو قتلِ عمار بن یاسر کا ذمہ دار ٹھہرا کر "فئۃ باغیہ" والی حدیث مولائے کائنات کے لشکر پر چسپاں کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ جس کے نتیجہ کے طور پر مولائے کائنات مولا علی "رئیس الفئۃ الباغیۃ" قرار پاتے ہیں۔

پروفیسر صاحب!

جس طرح کا انداز لعینِ دوراں ارذل آصف دجالی نے اختیار کیا، انداز آپ کا بھی ویسا ہی ہے۔ لہذا جس انداز کا سوال اس کمبخت سے کیا جاتا رہا کہ:

خلیفہ بلا فصل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق کا دفاع صدیوں سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ لیکن کیا ایسے گھٹیا انداز میں کسی اور نے دفاع کیا، جو گھٹیا اور بیچ انداز تم نے اپنایا ہے کہ خلیفہ اول کے دفاع کے نام پر رسول اللہ ﷺ کی لختِ جگر علیہا السلام ہی کو طعن کا نشانہ بناڈالا؟

اسی سے ملتا جلتا سوال آپ سے بھی ہے کہ:

جنگِ صفین میں مولائے کائنات کے مقابل آنے والے وہ حضرات جو صحابہ تھے، ان کے شایانِ شان دفاع صدیوں سے ہوتا آیا ہے۔ لیکن جو روش آپ نے اختیار کی اور اس دفاع میں حقیقت سے ایسی آنکھیں پھیریں کہ حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کی ذمہ داری مولائے کائنات ہی کے لشکر پر ڈال دی۔۔۔ کیا اس جھوٹ

پر آپ کے پاس کوئی دلیل ہے ؟ کیا آپ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی اس کو سچ ثابت کر سکتے ہیں ؟

پروفیسر صاحب!

انتہائی حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ: وہ شخصیت جو خلیفہ بر حق ہیں۔ خلیفہ راشد ہیں۔ آپ انہی کے لشکر کے افراد کو باغی قرار دے رہے ہیں۔ کیا خلیفہ راشد کے ہمراہی ، خلیفہ بر حق کے ہمراہ ہوتے ہوئے باغی ہو سکتے ہیں ؟

پروفیسر صاحب!

نہ تو آپ اتنے کم علم ہیں کہ آپ اتنی سی بات کو سمجھنے سے قاصر ہوں اور نہ ہی اتنے سادہ ہیں کہ سادگی میں ایسا کہہ بیٹھے ہوں۔

مجھے دوست احباب اور اپنے تلامذہ کے ذریعے معلوم ہوا کہ آپ کے کچھ منہ زور شاگرد ویڈیو پیغامات کے ذریعے مجھے جاہل اور ان پڑھ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔ میں نے تو آپ کے لیے ایسے الفاظ نہیں بولے تھے اور اب بھی ایسے الفاظ سے احتراز ہی برتنا پسند کرتا ہوں، لیکن اتنا سوال تو میرا بنتا ہے کہ:

آپ کے وہ تلامذہ جن کی نظر میں چمن زمان جاہل ہے اور اسے دو حرف عربی عبارت نہیں آتی اور وہ لوگ اپنے تئیں چمن زمان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ آپ ان کے استاذ ہیں لہذا آپ کا علمی زور تو ان سے زیادہ ہو گا۔

اتنے بھاری بھر کم علم کے ہوتے ساتے آپ اتنا بھی نہیں سمجھ پائے کہ:

"باغیہ" کا حقیقی اطلاق حالِ بغاوت میں ہو گا، نہ کہ بعد ازاں اور نہ ہی قبل ازیں۔۔۔!!!

اب اس کے جواب کے لیے یہ مت کیجیے گا کہ: شاگردوں کو "باعتبار ماکان" اور "باعتبار مایؤول" قسم کی عبارتیں رٹا کر ویڈیو بنوادیں۔۔۔!!!
پہلے اعتراض سمجھنے کی کوشش کیجیے گا کہ بندہ کا اعتراض کیا ہے۔۔!!!

نمونہ دوم وسوم

از قصورہائے پروفیسر سعید اسعد

پروفیسر صاحب کا دوسرا قصور "سوا لکھ نعرہ حیدری" کو غلط قرار دینے کے لیے ایک باطل مفروضہ قائم کرنا اور تیسرا قصور: حد سے ایسا تجاوز کہ انبیائے کرام کی تعداد میں "ایک ہزار" کا اضافہ کر دیا۔

میں اپنی گزشتہ تحریر میں "سوا لکھ نعرہ حیدری" کی حقیقت پہ گفتگو کر چکا ہوں لہذا اس کو یہاں دہرانے کی حاجت نہیں۔

پروفیسر صاحب کا ایک قصور تو یہ ہے کہ: اس نعرہ کو غلط ثابت کرنے کے لیے ایک خود ساختہ نظریہ قائم کیا کہ:

یہ نعرہ روافض اس لیے لگاتے ہیں کہ وہ یہ یہ بتانا چاہتے ہیں۔۔۔وغیرہ وغیرہ

ہمارا سوال یہ ہے کہ: کیا ایسی بے بنیاد باتوں کی شرع شریف میں گنجائش ہے؟

کیا پروفیسر صاحب کی شخصیت کو ایسی بے پر کی اڑانا زیب دیتا ہے؟

ہمارے اسٹیجوں پر اس نعرے کے علاوہ بھی کئی ایسے نعرے لگائے جاتے ہیں کہ اگر ہر نعرے کے لیے تکڑی رکھ لی جائے تو نہ جانے کتنے نعرے مردود قرار پائیں۔ لیکن یہ بات آپ بھی سمجھتے ہیں اور تمام اہلِ علم و دانش پر ظاہر ہے کہ اس قسم کے جملوں سے

مقصد عوام کا اظہار محبت و عقیدت ہوا کرتا ہے۔ لہذا جب تک اس نعرے میں کوئی محذورِ شرعی نہ ہو تب تک اس کے معاملے میں سختی سے کام نہیں لیا جاتا۔
لیکن آپ کو سارے نعروں میں سے ایک اسی نعرے پر اعتراض سوجھا اور اس کو ناجائز ثابت کرنے کے لیے ایسا مفروضہ گھڑا کہ جس کو ثابت کرنے پر آئیں تو آپ تا قیامت ثابت نہیں کر سکتے۔
اس سلسلے میں آپ کا دوسرا قصور اور حد سے تجاوز یہ ہے کہ:
آپ نے اپنے من گھڑت مفروضہ کو ٹیک دینے کے لیے انبیاء کی تعداد میں ایک ہزار کا اضافہ کرتے ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار کو ایک لاکھ پچیس ہزار بنا کر سوا لاکھ قرار دے دیا۔
پروفیسر صاحب!
جیسے ارذل آصف دجالی کے تلامذہ کے بقول ساری دنیا جاہل ہے اور علم دنیا کے ایک ہی احمق کے پاس ہے اور وہ ہے ارذل آصف دجالی۔ کچھ ایسا ہی تاثر آپ کے ہونہار شاگرد بھی دینا چاہتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ ﴿إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ میں صیغہ فصل کو ضمیرِ شان کہہ دیں۔
لیکن آپ کے تلامذہ کو کون سی سمجھ آنی ہے۔ جن کی علمی بصیرت کا یہ عالم ہو کہ وہ "مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ" کو دو سال سے سببِ اعتراض بنائے بیٹھے ہوں اور ان کے نااہل اساتذہ میں بھی کوئی ایسا نہ ہو جو انہیں سمجھائے کہ گدھو! اس پر اعتراض کرنا

تمہاری جہالت کی ڈگری ہے، نہ کہ چمن زمان کی۔۔۔ ایسے لوگوں کے سامنے آپ صیغہ فصل کو ضمیر شان کہیں یا کچھ اور بول دیں، انہیں کونسی ان کو سمجھ آنی ہے۔

لیکن ہم آپ کے بھاری بھر کم علم کو تسلیم کرتے ہوئے آپ سے پوچھنا چاہیں گے کہ کیا کسی صحیح، حسن یا کسی ضعیف حدیث میں ہی سہی، کیا کہیں انبیائے کرام کی تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار وارد ہوئی ہے؟

اگر نہیں اور یقینا نہیں تو پھر آپ ایک ہزار اضافی نبی مان کر کیا بنے؟

جن بزرگوں سے آپ نے سیکھا، ان کا طرز تو یہ تھا کہ حدیث میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر ہونے کے باوجود وہ احتیاطا "کم و بیش" کے تلفظ کا التزام کیا کرتے تھے۔ مبادا کسی غیر نبی کو نبی یا کسی نبی کو غیر نبی کہہ بیٹھیں۔

اور آپ ان بزرگوں کے اچھے خلف ہیں اور اچھی تعلیم دے رہے ہیں کہ ایک نعرے کو ناجائز بتانے کے لیے آپ نے ایک دو نہیں، انبیاء کی تعداد میں ایک ہزار تک کا اضافہ کر لیا۔۔۔!!!

یہاں بھی یہ مہربانی نہ کیجیے گا کہ کسی طالبِ علم پہ ٹاکی پھیر کر اسے کیمرے کے سامنے بٹھا دیں اور اسے رٹا مروا دیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کو سوا لاکھ کہا جا سکتا ہے۔۔۔

جنابِ والا!

یہ مسئلہ آلو گوبھی کے بھاؤ کا نہیں جو بیس بول کر پندرہ میں بیچنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ مسئلہ انبیائے کرام کا ہے۔ جہاں ایک غیر نبی کو نبی ماننا بھی کفر ہے اور ایک نبی کو غیر نبی ماننا بھی کفر ہے۔

نمونہ چہارم

از قصور ہائے پروفیسر سعید اسعد

پروفیسر صاحب کا چوتھا قصور یہ ہے کہ انہوں نے:

رک جائے اگر مادرِ حسنین کی چکی
کونین کو پھر رزق عطا کون کرے گا

اس شعر کو مشرکانہ قرار دیا۔

میں اپنی گزشتہ تحریر میں اس پہ گفتگو کر چکا ہوں۔ یہاں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ:

پروفیسر صاحب! آپ دیوبندیوں وہابیوں کو کہتے رہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ مل بیٹھ کر شرک کی ایسی تعریف کریں جس کے پیشِ نظر اہلِ سنت پہ لگائے جانے والے ناحق فتوائے شرک کی قلعی کھل سکے۔

میں آپ کو یہ تو نہیں کہوں گا کہ: میرے ساتھ بیٹھ کر شرک کی ایسی تعریف کریں۔ کیونکہ آپ بہت بھاری بھر کم علم کے حامل ہیں۔ مجھ جیسے شخص کے ساتھ بیٹھنا آپ کے شایانِ شان کہاں ؟ آپ کے تو ایسے ایسے شاگرد موجود ہیں جو مجھ جیسے کجا، آج کے دور میں میر سید اور سعد تفتازانی بھی ہوتے تو وہ آپ کے شاگردوں کے پاس زانوئے تلمذ طے کرنے کو اپنی سعادت ابدی قرار دیتے۔ لہذا آپ کو اپنے سامنے بیٹھنے کا کہہ کر آپ کی بے ادبی نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ:

آپ اکیلے بیٹھ کر ہی شرک کی ایسی جامع مانع تعریف فرمادیں جس کی بنیاد پر مذکورہ بالا شعر شرک اور آپ جن "ایمانیات" کا دفاع کرتے آئے ہیں، وہ اسلام قرار پائیں۔

لیکن یہ مہربانی کیجیے گا کہ:
شرک کی جو بھی تعریف کریں وہ "فیصل آبادی" نہ ہو۔ "شرعی" ہو۔ کیونکہ آپ خود کہہ چکے کہ آپ قرآنِ عظیم کے پابند ہیں اور حدیثِ مصطفیٰ ﷺ کے پابند ہیں۔
پروفیسر صاحب!
بندہ اپنی طرف سے یہ اعلان جاری کر چکا ہے اور اب اس کا اعادہ کرتا ہے کہ:
جس دن آپ نے یہ تین کام کر دیئے:
- ❖ مولائے کائنات کے لشکر کو حضرت عمار بن یاسر کا قاتل ثابت کر دیا۔
- ❖ انبیائے کرام کی تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار ثابت کر دی۔
- ❖ مذکورہ بالا شعر کو مشرکانہ ثابت کر دیا۔

بندہ فیصل آباد آکر جناب کے گلے میں فتح کا ہار پہنائے گا۔۔۔!!!
لیکن آپ کے لیے ایک مخلصانہ مشورہ بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ:
ارذل آصف دجالی والی روش اختیار کرتے ہوئے اپنے تلامذہ کو تیس مار خان مت بنائیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہم آپ سے اس انداز میں تخاطب کریں جس انداز کے لائق ارذل آصف دجالی ہے۔
اگر چار لڑکے آپ کے شاگرد ہیں تو دو میرے پاس بھی ہیں۔ آپ کا عرصۂ خدمت چالیس سال ہو گا تو بیس سال عرصہ خدمت میرا بھی ہو گا۔
اگر آپ مسئلے کا حل چاہتے ہیں تو اہلِ عقل و دیانت والی روش اختیار فرمائیں۔ اور اگر آپ مخصوص مزاج کے ملاؤں کی طرح اپنی بنی بنائی کو برقرار رکھ کر عوام میں اضطراب

کی کیفیت پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اپنے نام کے ساتھ "جامع امت" جیسا بھاری بھر کم لقب لکھوانا چھوڑ دیں۔

کیا امت پہ شرک کے فتوے داغنے والا امت کے اتحاد کا داعی ہو سکتا ہے؟

کیا تلامذہ کے ذریعے سوشل میڈیا پہ ہڑبونگ مچانا اتادِ امت کی سعی کہلاتا ہے؟

نمونہ پنجم

از قصور ہائے پروفیسر سعید اسعد

تلبیس اور خلطِ مبحث:

پروفیسر صاحب پرانے مناظر ہیں اور مناظرے کے داؤ پیچ بھی جانتے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مقابل مناظر کو کیسے چت کرنا ہے اور کونسی راہ اختیار کرنے سے مقابل کے وار سے بچنا آسان ہے۔

جب جمعرات 20 جمادی الاولی 1444ھ کو بندہ کی تحریر "**گھر یا گھاٹ کوئی ایک چن لیں**" منظرِ عام پر آئی تو پروفیسر صاحب نے پیشہ ورانہ مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلے ہی مرحلے میں تلبیس اور خلطِ مبحث کی بھرپور کوشش کی۔ پھر اپنی چال کو عوامی عدالت میں کامیاب بنانے کے لیے اپنے تلامذہ کے ذریعے سوشل میڈیا پہ اب تک اسی سعیِ نامشکور میں مصروف ہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ: بندہ نے پروفیسر سعید اسعد صاحب کے تین جملوں پر اعتراض کیا:

(1): پروفیسر صاحب کے بقول حضرت عمار بن یاسر کو شہید کرنے والا گروہ مولائے

کائنات کے لشکر کا حصہ تھا۔
بندہ نے اس پر اعتراض کیا اور پروفیسر صاحب کے اس دعوی کو خلافِ واقع کہا۔
پروفیسر صاحب کو بخوبی علم ہے کہ وہ اس دعوی کو کبھی بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ لہذا جواب الجواب کے مرحلہ میں خود بھی اس کو سرے سے گول کر گئے اور اپنے جو شاگرد تیار کر کے ویڈیو بنوار ہے ہیں، وہ بھی اس عنوان کو سرے سے چھیڑ ہی نہیں رہے۔
کیونکہ وہ جانتے ہیں پروفیسر صاحب کو دو زندگیاں اور بھی مل جائیں جب بھی یہ جھوٹ کبھی سچ ثابت نہیں ہو سکتا۔
کیا یہ تلبیس نہیں ہے؟ اور کیا پروفیسر صاحب کی نظر میں تلبیس "قصور" نہیں؟
(2): بندہ کا دوسرا اعتراض پروفیسر صاحب کی جانب سے "سوا لکھ نعرہ حیدری" کی بابت ہونے والی گفتگو پر تھا۔ پروفیسر صاحب نے اِس نعرہ کو غلط بتانے کے لیے انبیاء کی تعداد سوا لاکھ یعنی ایک لاکھ پچیس ہزار بول ڈالی۔
یہاں بھی دعوی پروفیسر سعید اسعد صاحب ہی کا ہے۔ بندہ مدعی نہیں بلکہ پروفیسر صاحب کے اس دعوی کا انکاری اور اس پر معترض ہے۔
پروفیسر صاحب اس کے بارے میں بھی جانتے ہیں کہ یہ جھوٹ وہ تا قیامِ قیامت ثابت نہیں کر سکتے۔ لہذا اپنی جوابی گفتگو میں اس اعتراض کو خود بھی سرے سے حذف کر دیا اور جن تلامذہ کو طرم خان بنا کر سامنے لائے ہیں، انہوں نے بھی اس موضوع کو چھیڑنا پروفیسر صاحب کی صحت کے لیے مضر سمجھا۔
پروفیسر صاحب بھولے بن کر پوچھ رہے ہیں کہ: میرا قصور کیا؟ میں پروفیسر صاحب

سے پوچھنا چاہوں گا کہ: کیا یہ تلبیس اور دھوکا نہیں؟؟؟

جوابی گفتگو میں نہ تو آپ نے پہلے موضوع کو چھیڑا۔ نہ دوسرے کو۔ حالانکہ میری کتاب "**گھر یا گھاٹ کسی ایک کو چن لیں**" کے اندر سب سے پہلے گفتگو ہی حضرت عمار بن یاسر کے قاتلین کی بابت آپ کے ظالمانہ موقف پر ہے۔ اور دوسرے مرحلے میں آپ کے سوا لاکھ انبیاء کے دعوے پر۔

اگر یہ تلبیس ہے اور یقیناً ہے تو کیا یہ آپ کی نظر میں قصور نہیں؟

(3): بندہ کا تیسرا اعتراض پروفیسر صاحب کے اس ظالمانہ اور ناحق حکم پر تھا جو انہوں نے سطورِ بالا میں مذکور شعر پر لگایا اور اسے "مشرکانہ" کہا۔

یہاں بھی دعوی پروفیسر صاحب ہی کا تھا کہ مذکورہ بالا شعر "مشرکانہ" ہے۔ اپنی پہلی گفتگو میں بھی اس شعر کو مشرکانہ کہا اور جمعہ 21 جمادی الاولی کی گفتگو میں بھی اس کو مشرکانہ عقیدہ کہا۔

پروفیسر صاحب کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ وہ اپنے تلامذہ کو ساتھ ملا کر بھی سارے کا سارا زور لگا دیں جب بھی اس شعر کو مشرکانہ ثابت نہیں کر سکتے۔ لیکن کھلاڑی پرانے ہیں، داؤ پیچ جانتے ہیں۔ لہذا یہاں انہوں نے یہ کھیل کھیلنے کی کوشش کی کہ:

جمعہ 21 جمادی الاولی کی جوابی گفتگو میں مذکورہ بالا شعر پہ سوال قائم کرتے ہوئے کہا:

ہاں اب میں تین سوال کرتا ہوں۔ تین۔ ان لوگوں سے جو کہتے ہیں:

رک جائے اگر مادرِ حسنین کی چکی

کونین کو پھر رزق عطا کون کرے گا؟

یہ عقیدہ ہے یا عقیدت ہے؟ کیا چیز ہے یہ؟

اگر عقیدہ ہے عقیدہ قطعیہ کیا ہوتا اور عقیدہ ظنیہ کیا ہوتا ہے؟ یہ بھی بیان کرنا پڑے گا۔

کیونکہ گمراہی کا فتوی کفر کا فتوی کس عقیدے کی مخالفت پر ہوتا ہے؟ یہ بیان کرنا پڑے گا۔

اور عقیدت اگر ہے تو اس میں غلو ہے یا حقیقت ہے؟ یہ بھی بیان کرنا پڑے گا۔

بیان کرو بیٹے میرے تین سوال ہیں اس پر قائم رہنا۔

پروفیسر صاحب کی یہ تلبیس اس لنک پہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے:

https://youtu.be/ueOdVjYuSPI

قارئینِ کرام!

پروفیسر سعید صاحب نے یہاں بھی جس چابکدستی کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ پہلے دعوی کیا مذکورہ بالا شعر کے مشرکانہ ہونے کا۔ لیکن جب بندہ کی جانب سے اعتراض کیا گیا تو اصولی طریقہ یہ تھا کہ: "مذکورہ بالا شعر میں شرک ثابت کرتے۔" لیکن یہ تو ان سے کبھی ہو نہیں پائے گا۔ لہذا عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے جواب دینے کے بجائے خود سائل بن بیٹھے کہ:

بتاؤ یہ عقیدہ ہے یا عقیدت ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔!!!

اور پھر گفتگو کو مزید الجھانے اور عوامی ہمدردیاں بٹورنے کی خاطر کہنے لگے:

بیٹے ہم تو حضرت فاطمہ کے ابا جان جو سید العالمین ہیں۔ ہم ان کو بھی خدا نہیں مانتے۔ خدا تو ایک اللہ کو مانتے ہیں۔ تم ہمیں کس طرف لے جانا چاہتے ہو؟

کیسی ظالمانہ گفتگو ہے۔۔۔!!!

کیا کوئی ایمان دار معاذ اللہ ثم معاذ اللہ سیدۃ نساءِ العالمین کی الوہیت کا سوچ بھی سکتا ہے ؟

پروفیسر صاحب کی گفتگو کے یہ جملے بھی تلبیس اور دھوکا دہی کی بدترین مثال ہیں۔ اور یہ پروفیسر صاحب کا صرف ایک قصور نہیں بلکہ اس کے ضمن میں کئی چالیں موجود ہیں جو مستقل دھوکے ہیں۔

پروفیسر صاحب کی انہی چالوں میں سے ایک چال یہ بھی ہے کہ:

شاگردوں سے جو بیان جاری کروارہے ہیں۔ ان میں بھی انتہائی چالاکی سے بندہ کو مدعی بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ حالانکہ سطورِ بالا میں جتنے دعاوی ہیں وہ سارے پروفیسر صاحب کے ہیں۔ راقم الحروف کا تو ایک دعوی بھی نہیں ہے۔

لیکن لگتا ہے کہ پروفیسر صاحب نے اپنے شاگردوں کو بھی وہی چالاکیاں سکھائی ہیں جن کا مظاہرہ خود کر رہے ہیں کہ جس موقف کو ثابت نہ کر پاؤ، وہاں خود مدعی بننے کے بجائے سائل بن جاؤ اور مقابل کو زیر کرنے کے لیے ہر جائز و ناجائز کا ارتکاب کر گزرو۔

نمونہ ہا

از قصور ہائے پروفیسر سعید اسعد

پروفیسر صاحب کے چند مزید قصور جن کا تعلق بھی ناصبیت پروری ہی سے ہے:

پروفیسر صاحب نے درودِ پاک میں مذکور آلِ پاک کے معنی میں ایسی تعمیم کی کوشش کی کہ جس کے پیشِ نظر درودِ پاک میں اولادِ رسول ﷺ کے لیے کسی طرح کی کوئی امتیازی حیثیت باقی نہ بچی۔

پروفیسر صاحب کا دعوی ہے کہ:

درودِ پاک میں "آلِ محمد" سے مراد رسول اللہ ﷺ کے پیروکار اور اطاعت گزار ہیں۔ خونِ رسول ﷺ مراد نہیں۔ اگر خونِ رسول ﷺ اس ضمن میں داخل ہو گا تو بحیثیت پیروکار۔

پروفیسر صاحب سے لڑکے نے سوال کیا:

درود شریف میں آلِ محمد سے کیا مراد ہے؟

پروفیسر صاحب نے کہا:

یہ تو قرآن حکیم سے پوچھنا پڑے گا ناں کہ قرآن کے نزدیک آل کا معنی کیا ہے۔

پہلا پارہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ

ذرا اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تمہیں بچایا تھا۔ یہودیوں سے خطاب ہے نا بنی اسرائیل سے۔ جب ہم نے تمہیں بچایا تھا فرعون کی آل سے۔

تو یہاں آل سے کیا مراد ہے؟

فرعون کے سپاہی۔ فرعون کے نوکر۔ فرعون کی پارٹی۔ اولاد تو مراد نہیں ہے نا یہاں۔

اللہ ارشاد فرماتا ہے:

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ

وہ جو بکس تھا صندوق۔ جس کے اندر حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو ان کی والدہ نے لٹایا تھا۔ وہ دریا کہ لہروں پر چلا آ رہا تھا۔ اس کو فرعون کی آل نے نکالا۔ یہاں آل سے کیا

مراد ہے؟ خون ہے فرعون کا خون؟

نہیں۔ یہاں سے مراد ہے اس کے نوکروں نے اس کی پارٹی نے۔ انہوں نے وہ بکس نکالا تھا۔

اب ذرا دھیان سے سن لیجیے۔ اور اپنی غلط فہمی بھی دور کر لیجیے۔ درود شریف ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے پروردگار اپنے محبوب کریم جنابِ محمد ﷺ پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔

وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ

اور یااللہ! جو تیرے محبوب علیہ السلام کا دامن پکڑ لے۔ ان کا نوکر بن جائے۔ ان کی غلامی میں آجائے اس پر بھی اپنی رحمتیں نازل فرما۔

یہاں اگر خونِ رسول مراد لیا جائے کہ آل سے مراد ہے خونِ رسول۔ یااللہ خون رسول پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ تو خونِ رسول میں کئی بے ایمان بھی ہیں۔ کیا ان پر بھی رحمتیں نازل ہوں گی؟

<u>وہ جو ابولہب تھا۔ اس کے اندر کس کا خون تھا؟ جنابِ عبدالمطلب کا۔ اور وہی خون سرکار کا تھا۔</u>

تو یہ خون فائدہ بعد میں دیتا ہے پہلے سرکار کی غلامی اختیار کرنی پڑتی ہے۔

ہاں ہو سرکار کا غلام۔ سرکار کی شریعت پر عمل کرنے والا ہو۔ اور خون بھی ہو سرکار کا تو پھر اس کو قربِ الٰہی کا جمپ لگتا ہے۔ پہلی چیز ہے سرکار کی اطاعت سرکار کی غلامی۔ باقی نسبتیں بعد میں ہیں۔

دیکھیے یہ السورۃ الحجرات ہے۔ یہ چھبیسواں پارہ ہے۔ سورتِ حجرات ہے۔ آیت نمبر13 ہے۔ اس میں اللہ ارشاد فرماتا ہے:

یَاأَیُّھَا النَّاسُ

اے لوگو!

إِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَأُنْثَی

بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا ہے ایک مرد اور ایک عورت سے۔

وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ

اور ہم نے بنائے ہیں تمہاری شاخیں۔ شعبے ہم نے بنائے۔ شاخیں ہم نے بنائیں۔ اور قبیلے بھی ہم نے بنائے۔

کیوں بنائے ہیں؟

لِتَعَارَفُوا

صرف تعارف کے لیے۔

وگرنہ یہ برادریاں یہ قبیلے یہ شعب جو ہیں شعبے یہ ٹہنیاں شاخیں جو ہیں یہ کوئی اللہ کے قرب کا ذریعہ تھوڑی ہی ہیں۔

إِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاکُمْ

بے شک تم میں سے اللہ کے زیادہ قریب معزز کون ہے؟ جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

تو بھئی اصل چیز ہے شریعت کی پابندی۔ جو بھی شریعت کی پابندی کرے گا خواہ وہ سید ہو

یا غیر سید اس پر اللہ کی رحمتیں پڑتی ہیں۔ سرکار نے خود فرمایا:

کل تقی فھو آلی

ہر متقی میری آل ہے۔

پروفیسر صاحب کی گفتگو اس لنک پہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے:

https://youtu.be/yS6cdT5yrEY

قارئینِ ذی قدر!

پروفیسر صاحب کی بد نیتی اور بلادت دونوں ملاحظہ کیجیے۔

ہمیں "بلادت" جیسا ثقیل لفظ پروفیسر صاحب کے لیے اچھا نہیں لگ رہا لیکن اس مقام پر اس سے زیادہ موزوں کوئی دوسرا لفظ ہو بھی نہیں سکتا۔

پروفیسر صاحب نے "آلِ محمد" کی نشاندہی کے لیے جو آیات پڑھیں ان سب میں "آلِ فرعون" کا ذکر ہے۔

قرآنِ عظیم میں "آل" کا ذکر دو درجن سے زیادہ بار ہوا ہے۔ اور ان میں "آلِ یعقوب" کا ذکر بھی ہے۔ "آلِ ابراہیم" کا، آلِ عمران، آلِ لوط، آلِ موسی، آلِ ہارون، آلِ داود۔ ان سب کا ذکر قرآنِ عظیم میں موجود ہے۔ لیکن پروفیسر صاحب اتنے بھاری بھر کم علم کے ہوتے ہوئے بھی اتنی سمجھ سے قاصر ہیں کہ حضور سیدِ عالم کی آلِ پاک کے بارے میں گفتگو کرنے جارہا ہوں، استشہاد کے طور پر "آلِ ابراہیم" والی آیت پڑھ دوں۔ آلِ لوط والی پڑھ دوں۔ آلِ موسی، آلِ ہارون، آلِ یعقوب، آلِ داود کسی کو بھی پڑھا جاسکتا تھا۔ آلِ محمد کی حیا نہ سہی، جنابِ رسالت مآب ہی کا لحاظ کر لیتے۔

لیکن پروفیسر صاحب کو "آلِ محمد" کی تعیین کے لیے توفیق ملی تو ان آیات کی جن میں "آلِ فرعون" کا ذکر ہے۔

حیرت ہے حضرت کے انتخاب پر اور افسوس بھی۔۔۔ حضرت کے شاگرد ویڈیو پیغامات کے ذریعے یہ باور کروانا چاہ رہے ہیں کہ حضرت کا علمی قد شاید عرش سے بھی متجاوز ہے۔ لیکن حضرت کے انتخاب کو دیکھ کر لگتا ہے کہ حضرت گفتگو کے لطائف اور آداب سے سرے سے بے بہرہ ہیں۔

رہی بات بد نیتی کی تو جیسا کہ بندہ گزارش کر چکا کہ: قرآنِ عظیم میں "آل" کا ذکر دو درجن سے زائد بار ہے۔ پروفیسر صاحب نے جان بوجھ کر ان آیات کا انتخاب کیا جہاں "آل" کے معنی "اولاد" نہیں ہو سکتے۔ اگر مذکورہ بالا آیات کے علاوہ تلاوت کی توفیق مل جاتی تو اپنے دعوی کا جھوٹ خود پروفیسر صاحب پر بھی آشکار ہو جاتا۔

ہم اختصار کے پیشِ نظر تمام آیاتِ بینات یہاں درج نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن ایک آیہ مقدسہ قارئین کے سامنے ضرور رکھنا چاہیں گے۔ تاکہ پروفیسر صاحب کی بد نیتی کھل کر واضح ہو جائے گی۔ سورہ یوسف میں فرمایا:

وَيُتِمُّ نِعۡمَتَهُۥ عَلَيۡكَ وَعَلَىٰٓ آلِ يَعۡقُوبَ

اور پوری فرمائے اپنی نعمت آپ پر اور آلِ یعقوب پر۔

(سورہ یوسف آیت6)

اس آیہ مقدسہ میں "آل" سے کیا مراد ہے؟ اس کی نشاندہی ہم اپنے ذوق سے کرنے کے بجائے امتِ مسلمہ کے جلیل القدر علماء کی طرف رجوع کریں گے اور ان سے

درخواست کریں گے کہ "آلِ یعقوب" کے معنی واضح فرمائیں۔

♥ اس سلسلے میں امام محیی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی متوفی 510ھ کی گفتگو کی جانب رجوع کی تو آپ نے آلِ یعقوب کے معنی بتاتے ہوئے کہا:

عَلَى أَوْلَادِهِ فَإِنَّ أَوْلَادَهُ كُلَّهُمْ كَانُوا أَنْبِيَاءَ

یعنی حضرت یعقوب کی اولاد پر۔ کیونکہ آپ کی ساری اولاد انبیائے کرام تھے۔

(تفسیر بغوی 4/214)

♥ مفتی الثقلین ابو حفص عمر بن محمد نسفی متوفی 537ھ صاحبِ عقائدِ نسفیہ نے فرمایا:

وَعَلَى آلِ يَعْقُوبَ: أي: أولادِ يعقوب، ودلَّ على نبوَّة أولادِه

اور آلِ یعقوب یعنی اولادِ یعقوب پر۔ اور یہ فرمان اولادِ یعقوب کی نبوت پر دال ہے۔

(التیسیر فی التفسیر 8/312)

♥ علامہ علاء الدین خازن متوفی 741ھ رقمطراز ہیں:

المراد بآل يعقوب أولاده فإنهم كانوا أنبياء

آلِ یعقوب سے مراد اولادِ یعقوب ہے۔ کیونکہ وہ حضرات انبیاء تھے۔

(تفسیر خازن 2/513)

♥ ابو حفص سراج الدین ابن عادل متوفی 775ھ لکھتے ہیں:

{وعلى آلِ يَعْقُوبَ} أي: على أولاده: لأن أولاده كلهم كانُوا أنبياء

اور حضرت یعقوب کی آل پر یعنی آپ کی اولاد پر۔ کیونکہ آپ کی ساری اولاد انبیاء تھے۔

(اللباب فی علوم الکتاب 11/19)

♥ اگر پروفیسر صاحب کی رسائی مذکورہ بالا تفاسیر تک نہیں تھی تو جامعہ امینیہ میں جلالین تو یقیناً پڑھائی جاتی ہو گی۔ اسی کو دیکھ لیتے تو صاف لکھا مل جاتا:

{وَعَلَى آل يَعْقُوب} أَوْلَاده

اور حضرت یعقوب کی آل یعنی آپ کی اولاد پر۔

(جلالین ص330)

قارئینِ کرام!

صرف ایک آیہ مقدسہ اور اس کے تحت امت مسلمہ کے جلیل القدر ائمہ و علماء کی تصریحات ملاحظہ کرنے کے بعد پروفیسر صاحب کی بدنیتی کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

سوال یہ کیا گیا تھا کہ: درود شریف میں آلِ محمد سے کیا مراد ہے؟

اگر پروفیسر صاحب کے دل میں "اولادِ رسول" کے لیے انقباض اور تنگی نہ ہوتی تو جس آیہ مقدسہ کو بندہ نے ذکر کرنے کا شرف حاصل کیا ہے، اس کی بھی تلاوت کی جا سکتی تھی۔ اور یوں بھی ہو سکتا تھا کہ "آل" کے مختلف معانی بتاتے اور پھر اس مقام پر جو معنی زیادہ موزوں و مناسب ہیں ان کی نشاندہی کرتے۔ لیکن پروفیسر صاحب نے بکمال چابکدستی وہ آیات پڑھ دیں جن میں آل کے معنی اولاد نہیں بنتے۔ اور اس کے ساتھ یہ باور کروا دیا کہ "آل" کے قرآنی معنی "اولاد" نہیں بلکہ پیروکار اور اطاعت گزار ہیں۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ:

"آلِ محمد" میں اولادِ رسول ﷺ کی کوئی امتیازی شان نہیں۔ اگر اولادِ رسول ﷺ کو اس ضمن میں کوئی فضیلت ملتی ہے تو وہ صرف پیروکار کی حیثیت سے۔ اور وہ فضیلت

بھی ایسی ہے جس میں صرف صحابہ ہی نہیں، تا قیامِ قیامت پوری امت حتیٰ کہ "مسلمِ شیخ" بھی برابر کی شراکت رکھتے ہیں۔

جس کے صدقے سے بنی ہے یہ دنیا ساری

دنیا والوں سے اک گھر نہیں دیکھا جاتا

آلِ محمد ﷺ کا مفہوم

حدیثِ رسول ﷺ کے تناظر میں

قارئینِ ذی قدر!

پروفیسر صاحب نے مذکورہ بالا گفتگو میں جس دھوکا دہی سے کام لیا اور یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ "آل" کے قرآنی معنی "پیروکار و اطاعت گزار" کے ہیں۔ یہ نہ صرف پروفیسر صاحب کی سراسر زیادتی، ہٹ دھرمی اور آلِ پاک کی امتیازی حیثیت کے انکار کے مترادف ہے، بلکہ شرع شریف کے مزاج سے بھی متصادم ہے۔

اللہ کریم جل وعلانے چاہا تو اس سلسلے میں مفصل گفتگو پھر کسی موقع پر کریں گے۔ سرِ دست رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث صحیح قارئینِ کرام کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔ اس حدیث کے تناظر میں قارئین خود فیصلہ کریں کہ: پروفیسر سعید اسعد صاحب نے "آلِ محمد" کے معنی "پیروکار، اطاعت گزار" یعنی ساری امت کر کے کیسی بد دیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ

بے شک یہ صدقات یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔ اور یہ نہ تو جنابِ محمد (صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم) کے لیے حلال ہیں اور نہ ہی "آلِ محمد" کے لیے۔
(صحیح مسلم1072)

پروفیسر صاحب کا دعوی ہے کہ "آلِ محمد" سے مراد "پیروکار، اطاعت گزار" ہیں۔
اور اس معنی کے مطابق پوری کی پوری امت "آلِ محمد" قرار پاتی ہے۔
پروفیسر صاحب کے بیان کردہ اس معنی کے مطابق مذکورہ بالا حدیث جو صحیح حدیث ہے، اس کے معنی یہ بنیں گے کہ:
صدقہ جیسے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کے لیے حلال نہیں، ایسے ہی پوری امتِ محمدیہ کے لیے بھی حلال نہیں۔
ساری زندگی صدقے کھا کھا کر جان بنانے والے حضرات بتائیں کہ کیا یہ معنی درست ہیں؟ اگر "آلِ محمد" سے مراد "متبعین و پیروکارانِ مصطفی ﷺ" ہیں تو پروفیسر صاحب بتائیں کہ:
"آلِ محمد ﷺ" پر تو صدقہ حرام ہے۔ اور آپ کے بیان کردہ معنی کے مطابق آپ بھی آلِ محمد ﷺ کے فرد ہیں۔ پھر جامعہ امینیہ کے نام پر صدقات و خیرات کے ڈبے پورے فیصل آباد میں کس بنیاد پہ پھیلا رکھے ہیں؟

دوسری حدیث

پروفیسر صاحب!

آپ کے بقول "آلِ محمد" سے مراد رسول اللہ ﷺ کے پیروکار اور اطاعت گزار ہیں۔ اپنے اس موقف اور فیصل آبادی نظریہ کے تناظر میں اس حدیث کی وضاحت فرمایئے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ، سَمِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوئَيْنِ قَالَ: فَيَذْبَحُ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيدِ، وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَيَذْبَحُ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ

یعنی رسول اللہ ﷺ قربانی کے موقع پر دو بڑے، فربہ، سینگوں والے، سیاہی مائل سفید، خصی مینڈھے خریدتے۔

فرمایا: ان میں سے ایک اپنی امت کی طرف سے جنہوں نے توحید کا اقرار کیا اور رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کی گواہی دی، ان کی جانب سے ذبح فرماتے اور دوسرا "جنابِ محمد اور آلِ محمد" کی طرف سے ذبح فرماتے۔

(مسند احمد بن حنبل 25843)

اس سے ملتی جلتی حدیث خادمِ رسول ابو رافع سے بھی مروی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل 27190، مسند البزار 3867)

اس کے ہم معنی حضرت جابر بن عبد اللہ سے بھی مروی ہے۔

(مسند ابی یعلی 1792)

یونہی حذیفہ بن اسید سے بھی مروی ہے۔
(مستدرک علی الصحیحین 6521)

پروفیسر صاحب!
آپ کے بقول تو "آلِ محمد" کے معنی متبعین و پیروکاروں کے ہیں۔ پھر اس حدیث کے معنی کیا بنیں گے؟ کیونکہ اس حدیث میں صاف صاف موجود ہے کہ ایک مینڈھا متبعین اور پیروکاروں کے نام پہ ذبح کیا جاتا تھا اور دوسرا مینڈھا رسول اللہ ﷺ اپنی جانب سے اور "آلِ محمد" کی جانب سے ذبح کرتے تھے۔

پروفیسر صاحب!
اگر "آلِ محمد" کے معنی متبعین و پیروکاروں کے ہیں تو پھر "آلِ محمد" کو متبعین و پیروکاروں کے مقابل لانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟
کیا آپ اس کا کوئی معقول جواب دے سکتے ہیں یا جوابی طور پر صرف ترنم میں شعر داغنا ہی جناب کا محبوب مشغلہ ہے؟

آلِ محمد ﷺ کون؟

محترم قارئین!
پروفیسر صاحب کی ناصبیت والی رگ پھڑکتی ہے تو بغیر سوچے سمجھے کچھ بھی بول دیتے ہیں۔ لیکن اگر ان کے اندر انصاف نام کی کوئی چیز ہوتی تو فرعون جو ایک لاولد اور بدبخت شخص تھا۔ اس سے متعلق نازل ہونے والی آیاتِ بینات کا سہارا لے کر "آلِ محمد" کی خصوصیت کا انکار کرنے کے بجائے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیثِ صریح کو دیکھ

لیتے۔ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ جانِ رحمت سیدِ عالم ﷺ نے سیدۂ کائنات سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ تعالی علیہا سے فرمایا:

ائْتِينِي بِزَوْجِكِ وَابْنَيْكِ

اپنے شوہر اور اپنے دونوں بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ۔

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ سیدۂ کائنات حسنینِ کریمین اور مولائے کائنات کو لے کر دربارِ رسالت میں حاضر ہو گئیں تو جانِ رحمت ﷺ نے ایک فدکی چادر ان چاروں ہستیوں پر ڈالی اور پھر ان کے اوپر اپنا دستِ مبارک رکھ کر فرمایا:

اللهُمَّ إِنَّ هَؤُلَاءِ آلُ مُحَمَّدٍ، فَاجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

اے اللہ!

"بے شک یہ "آلِ محمد" ہیں۔"

پس اپنی رحمتیں اور برکتیں جنابِ محمد اور آلِ محمد پر فرما۔ بے شک تو حمید و مجید ہے۔

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ فرماتی ہیں:

میں نے چادر اٹھا کر ان کے ساتھ داخل ہونے کی کوشش کی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے میرے ہاتھ سے واپس لیتے ہوئے فرمایا:

إِنَّكِ عَلَى خَيْرٍ تم خیر پر فائز ہو۔

(مسند احمد26746، مسند ابی یعلی6912،7026، شرح مشکل الآثار769، معجم کبیر للطبرانی2664،2665، الشریعۃ لآجری1696)

قارئینِ ذی قدر!

سائل کا سوال "درودِ پاک میں آلِ محمد" کے بارے میں تھا۔

اور یہ حدیث مبارک درودِ پاک پر مشتمل اور درودِ پاک میں "آلِ محمد" کے معنیٰ کی نشاندہی کرنے کے لیے گویا نص کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن انتہائی افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ پروفیسر صاحب کو "آلِ محمد" کی نشاندہی کے لیے اس طرح کی احادیثِ طیبہ نظر نہیں آئیں، جن میں رسول اللہ ﷺ نے خود "آلِ محمد" کی نشاندہی فرمادی۔ حضرت کو اس موقع پر اگر توفیق ملی تو "آلِ فرعون" کے سہارے "آلِ محمد" کی نشاندہی کی توفیق ملی۔

بریں عقل و دانش بباید گریست۔

پروفیسر صاحب کی سخت لاپرواہی

قارئینِ کرام!

پروفیسر صاحب کی گفتگو کے یہ جملے بغور ملاحظہ فرمائیں:

وہ جو ابولہب تھا۔ اس کے اندر کس کا خون تھا؟ جنابِ عبد المطلب کا۔

اور وہی خون سرکار کا تھا۔

قارئینِ کرام!

کیسی ناپاک فکر ہے مولوی صاحب کی۔۔! آدابِ گفتگو سے کیسے غافل آدمی ہیں۔۔!!

کیسی ڈھٹائی کے ساتھ بول گئے کہ:

"ابولہب کے اندر کس کا خون تھا؟ جنابِ عبد المطلب کا۔ اور وہی خون سرکار کا تھا۔"

اگر میں کہوں:

" غلام احمد قادیانی کے اندر کس کا خون تھا؟ اس کے باپ دادا کا۔ اور وہی خون مفتی امین صاحب کا تھا"

ظاہر ہے کہ باپ دادا کے اندر کسی نہ کسی جگہ پر تو غلام احمد قادیانی کا مفتی امین صاحب مرحوم کے ساتھ جوڑ پڑتا ہی ہو گا۔

پس اگر ایسا بولا جائے تو پروفیسر سعید اسعد صاحب کو اس جملہ سے کوئی گرانی محسوس ہو گی؟

اگر ہاں تو کیوں؟

موصوف کے والد مرحوم اور غلام احمد قادیانی کے خون کے ایک ہونے کی بات کی جائے تو حضرت کو گراں گزرے۔ اور حضرت کی زبان اتنی لمبی ہے کہ ابو لہب اور رسول اللہ ﷺ کے خون کو ایک کہتے ہوئے ذرہ بھر نہیں ہچکچائے۔

قارئینِ ذی قدر!

یہ ہے پروفیسر صاحب کی آداب شناسی۔۔۔!!!

ایک جانب " آلِ محمد " کی نشاندہی کے لیے " آلِ فرعون " والی آیات پڑھتے ہیں۔ اور دوسری طرف آلِ رسول کی عظمت کی نفی کی خاطر خونِ رسول اور خونِ ابو لہب کو ایک کہتے ہوئے ذرہ بھر نہیں ہچکچاتے۔

پروفیسر صاحب جس دور میں مناظر ہوا کرتے تھے اس دور میں دیابنہ کی کچھ عبارات کو "گستاخانہ عبارات" کہا کرتے تھے اور ان کی بابت فاضلِ بریلی حضرت علامہ مولانا احمد

رضا خان رحمہ اللہ تعالی کے فتوی کی تائید و تصدیق بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن جب نئی روشنی نصیب ہوئی اور نئی وادیوں کی رنگینیوں نے پروفیسر صاحب کو اپنی جانب کھینچا تو اب آدابِ گفتگو سرے سے بھلا بیٹھے۔۔۔ کچھ اندازہ ہی نہیں کہ کہاں کیا بولنا ہے اور کہاں کیا کہنا ہے۔ بس جو منہ میں آیا وہ فرما دیا، ایک ہی کوشش ہے کہ کسی طور خاندانِ رسول ﷺ کی خداد عظمت کو گھٹایا جاسکے۔

پروفیسر صاحب کا کمزور استدلال

قارئینِ کرام!

پروفیسر صاحب نے اپنی گفتگو کے آخر میں اپنی بات کو مضبوط کرنے کے لیے کہا:

سرکار نے خود فرمایا:

کل تقی فھو آلی

ہر متقی میری آل ہے۔

قارئینِ کرام!

اس قسم کی روایات سے استدلال بھی پروفیسر سعید اسعد صاحب ہی کی شان ہے۔ ورنہ انصاف پسند اربابِ علم میں سے کسی کے نزدیک یہ روایت محلِ استدلال میں لانے کے لائق نہیں۔ بلکہ بعض حضرات نے تو اس کو موضوع و من گھڑت قرار دیا ہے۔

سید حسن بن علی سقاف حسینی لکھتے ہیں:

وقد حاول النواصب وهم المبغضون لسيدنا علي رضوان الله عليه ولذريته - وهم عترة النبي صلى الله عليه وآله وسلم الأطهار - أن

يصرفوا الناس عن محبة آل البيت التي هي قربة من القرب فوضعوا أحاديث في ذلك وبنوا عليها أقوالا فاسدة منها: أنهم وضعوا حديث: آل محمد كل تقي وحديث أنا جد كل تقي ونحو هذه الأحاديث التي هي كذب من موضوعات أعداء أهل البيت النبوي.

ناصبی جو مولا علی اور آپ کی ذریت جو عترتِ رسول ﷺ ہے، ان سے بغض رکھنے والے ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو آلِ بیت کی محبت جو قربتوں میں سے عظیم قربت ہے۔ اس سے پھیرنا چاہا تو اس باب میں کئی حدیثیں گھڑیں اور ان پر فاسد اقوال کی بنیاد رکھی۔

انہی میں سے ہے کہ ناصبیوں نے یہ حدیث گھڑی: ہر نیکو کار آلِ محمد ہے۔

اور یہ حدیث بھی گھڑی: میں ہر نیک کا جد امجد ہوں۔

اور اسی طرح کی احادیث جو جھوٹ ہیں اور اہلِ بیتِ نبوی کے دشمنوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔

(صحیح شرح العقیدۃ الطحاویۃ 1/17)

قارئینِ کرام!

پروفیسر صاحب کا ویڈیو سرنامہ کے ذریعے مطالبہ تھا کہ "ان کا قصور بتایا جائے" سطورِ بالا میں ہم نے ان کا ایک نہیں، کئی ایک قصور گنوائے ہیں۔ سطورِ ذیل میں چند مزید قصور گنواتے ہیں، اس امید پر کہ پروفیسر صاحب سمجھیں اور اپنی روش درست کریں۔

نمونہ ہا

از قصور ہائے پروفیسر سعید اسعد

پروفیسر صاحب کے لڑکے نے سوال سنایا:

کہتے ہیں جی: اصحابِ رسول گمراہ نہیں ہو سکتے۔ خونِ رسول گمراہ ہو سکتا ہے۔ مطلقاً یہ جملہ بولنا اور پھر خونِ رسول سے آج کل کے سادات مراد لینا یہ کیسا ہے؟

اس حوالے سے آپ کیا ارشاد فرمائیں گے؟

پروفیسر صاحب اس سوال کے جواب میں گویا ہوئے:

بھئی یہ بات تو ٹھیک ہے۔ اصحابِ رسول گمراہ نہیں ہو سکتے۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔

پھر اس کے استدلال میں مصروف ہو گئے۔ بعد ازاں سوال کے دوسرے حصے پر گل پاشی فرماتے ہوئے گویا ہوئے:

اور دوسرا یہ کہنا کہ خونِ رسول گمراہ ہو سکتا ہے۔

تو بھئی ہو سکتا ہے ناں۔

نوح علیہ السلام بھی اللہ کے رسول نہیں تھے؟

تو ان کا بیٹا کیا ہوا تھا؟ گمراہ ہوا تھا کہ نہیں ہوا تھا؟

اور پھر یہ کہنا کہ آج کل کے سادات مراد لیے جاسکتے ہیں کہ نہیں۔

بھئی آج کل کے سادات کے بارے میں تو پکی بات یہ بھی نہیں کہ یہ سید بھی ہیں کہ نہیں۔

یہ تو کوئی پتا نہیں۔ کئی بندے ہمارے آنکھوں کے سامنے سید بنے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ سید نہیں تھے سامنے بن گئے۔

آگے چل کر کہا:

جو بھی ہمیں سید کہے ہم تو یہ کرتے ہیں کہ چونکہ اب اس نے اپنی نسبت سرکار کی طرف کی ہے ہم اس کا اکرام کر لیتے ہیں۔ بس۔ یہ بات ہے۔

لیکن گمراہ ہو سکتے ہیں۔ کئی ایسے لوگ ہیں جو خونِ رسول ہیں لیکن سیدھے رستے سے ہٹ گئے۔ سیدھا رستہ چھوڑ گئے۔ صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں۔

خونِ رسول ہونا الگ بات ہے۔ خونِ رسول ہونا فائدہ تب دیتا ہے جب پہلے سرکار کی شریعتِ مطہرہ کا خادم ہو نوکر ہو۔ اصل چیز سرکار کی غلامی ہے۔ اصل چیز خونِ رسول ہونا نہیں ہے۔

پروفیسر صاحب کی یہ گل پاشیاں اس لنک پہ ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

https://youtu.be/4ttSL1aJR9M

قارئینِ کرام!

مذکورہ بالا سوال کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ رسول اللہ ﷺ کے عظمت والے صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے بارے میں اور دوسرا رسول اللہ ﷺ کے خون کے بارے میں۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ عظمتوں کے پہاڑ اور امت کے بہترین افراد ہیں۔ قرآنِ عظیم کی صدہا آیاتِ بینات اور رسول اللہ ﷺ کی ان گنت احادیث طیبہ ان ہستیوں

کی عظمت پہ ناطق ہیں۔ ان ہستیوں کا ان کے شایانِ شان دفاع ہر اہل کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

لیکن یہاں ہماری گفتگو سوال کے دوسرے حصے سے متعلق ہے۔ جہاں پروفیسر سعید اسعد صاحب نے سخت زیادتی سے کام لیا۔

پروفیسر صاحب نے سوال کے دوسرے حصے کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا:

اور دوسرا یہ کہنا کہ خونِ رسول گمراہ ہو سکتا ہے۔

تو بھئی ہو سکتا ہے ناں۔

نوح علیہ السلام بھی اللہ کے رسول نہیں تھے؟ تو ان کا بیٹا کیا ہوا تھا؟ گمراہ ہوا تھا کہ نہیں ہوا تھا؟

پروفیسر سعید اسعد کا

جگر گوشہ ہائے رسول ﷺ پہ حملہ

قارئینِ کرام!

بات قابلِ غور ہے۔

ان سطور میں (معاذ اللہ تعالی) جن کی گمراہی کی بات کی جارہی ہے وہ صرف دورِ حاضر کے ساداتِ کرام صلی اللہ تعالی علی جدہم و علیہم وسلم نہیں۔ بلکہ خونِ رسول ﷺ سے مراد عام ہے جس میں حضرت سیدنا قاسم، حضرت سیدنا ابراہیم، حضرت سیدنا عبد اللہ، سیدتنا زینب، سیدتنا ام کلثوم، سیدتنا رقیہ، سیدۃ نساء العالمین سیدہ فاطمہ زہراء علیہم السلام بھی شامل ہیں۔

جی ہاں!

پروفیسر صاحب اپنی اس ناپاک گفتگو میں یہ باور کروانا چاہ رہے ہیں کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کی لختِ جگر سیدہ زینب گمراہ ہو سکتی ہیں۔۔۔ معاذ اللہ سیدہ ام کلثوم گمراہ ہو سکتی ہیں۔۔۔ معاذ اللہ سیدہ رقیہ گمراہ ہو سکتی ہیں۔۔۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ سیدۃ نساء اہل الجنۃ گمراہ ہو سکتی ہیں۔

قارئینِ کرام!

پروفیسر سعید اسعد کو گلہ ہے کہ انہیں خاندانِ رسول ﷺ کا مُبغِض بتایا جارہا ہے۔ میں منصف مزاج عوام سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا ایسے ناپاک جملے بغیر بغضِ اہلِ بیت کے کسی کی زبان سے نکل سکتے ہیں؟

اگر ایسے ناپاک جملے بولنے کے باوجود پروفیسر صاحب کو خاندانِ رسول ﷺ کا محب مانا جائے تو پھر پروفیسر صاحب ہی بتادیں کہ مُبغِضین کے سر پہ سینگ ہوتے ہیں یا ان کی دم نکلی ہوتی ہے؟

پروفیسر صاحب کے ناپاک ارادے پر تین قرینے

رہا یہ سوال کہ: پروفیسر سعید اسعد نے رسول اللہ ﷺ کی شہزادیوں اور شہزادوں کا نام تو نہیں لیا۔ پھر کیا دلیل ہے کہ ان کی نظر میں رسول اللہ ﷺ کی شہزادیاں اور شہزادے بھی گمراہ ہو سکتے ہیں؟

پہلا قرینہ:

تو اس سلسلے میں پہلی گزارش یہ ہے کہ: پروفیسر صاحب نے اپنی گفتگو مطلق رکھی ہے۔

کسی قسم کی کوئی تخصیص نہیں کی۔ مطلقا کہا کہ: خونِ رسول گمراہ ہو سکتا ہے۔

آپ "الْمُطلق يجْرِي على إِطْلَاقه" کو سامنے رکھیں یا" الْمُطْلَقُ مَحْمُولٌ عَلَى الْفَرْدِ الْكَامِلِ" کو معیار بنائیں۔ بہر صورت رسول اللہ ﷺ کی شہزادیاں اور شہزادے بطریقِ اولی "خونِ رسول" کے مصداق میں داخل ہوں گے جس کا مطلب وہی بنے گا جو ہم سطورِ بالا میں بتا چکے کہ:

سعید اسعد صاحب سفر ناصبیت میں یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ اب وہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کے شہزادگان اور شہزادیوں علیہم السلام کے گمراہ ہونے کو جائز کہنے لگ گئے ہیں۔

دوسرا قرینہ:

پروفیسر صاحب نے اپنے دعوی پر دلیل پیش کرتے ہوئے کہا:

نوح علیہ السلام بھی اللہ کے رسول نہیں تھے؟ تو ان کا بیٹا کیا ہوا تھا؟ گمراہ ہوا تھا کہ نہیں ہوا تھا؟

قارئینِ کرام!

مقامِ توجہ ہے۔۔۔!!!

حضرت کی ناصبیت عروج پر پہنچ چکی ہے۔۔۔!!!

مصطفی کریم ﷺ کی اولادِ پاک کے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) گمراہ ہوسکنے کے جواز پہ "حضرت نوح کے حقیقی بیٹے کی گمراہی" سے استدلال کیا جارہا ہے۔۔۔!!!

یہ کس بات کا قرینہ ہے؟

کیا اس کے معنی یہ نکلیں گے کہ: رسول اللہ ﷺ کی صدیوں بعد آنے والی اولاد کے بارے میں بات کی جا رہی ہے؟

یا معنی یہ نکلیں گے کہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کی حقیقی اولاد کی گمراہی کو جائز قرار دیا جا رہا ہے؟

اول تو پروفیسر صاحب کی گفتگو مطلق ہے جو اصولی طور پر رسول اللہ ﷺ کی شہزادیوں اور شہزادگان علیہم السلام کو بھی شامل ہے۔

ثانیا: اپنے ناپاک دعوی کو ثابت کرنے کے لیے "نبی کے حقیقی بیٹے کی گمراہی" کو بطورِ دلیل پیش کیا جا رہا ہے جو خود مضبوط قرینہ ہے کہ پروفیسر صاحب کے ان ناپاک جملوں کے معنی یہ بنتے ہیں کہ:

(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کی حقیقی اولاد آپ ﷺ کی شہزادیاں اور شہزادے بھی گمراہ ہو سکتے ہیں۔۔۔!!!

تیسرا قرینہ:

قارئینِ کرام!

پروفیسر صاحب سے کیا جانے والا سوال اور جواب بغور ملاحظہ فرمائیں۔ سوال کیا گیا:

خونِ رسول گمراہ ہو سکتا ہے۔ مطلقا یہ جملہ بولنا اور پھر خونِ رسول سے آج کل کے سادات مراد لینا یہ کیسا ہے؟

سوال کے دو حصے ہیں:

(1): یہ جملہ بغیر کسی قید کے مطلق بولنا۔

(2): مطلق بولنے کے بعد آج کے سادات مراد لینا۔

پروفیسر صاحب نے سوال کا جواب بھی دو حصوں میں ہی دیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

پہلا حصہ:

اور دوسرا یہ کہنا کہ خونِ رسول گمراہ ہو سکتا ہے۔ تو بھئی ہو سکتا ہے ناں۔
نوح علیہ السلام بھی اللہ کے رسول نہیں تھے؟ تو ان کا بیٹا کیا ہوا تھا؟ گمراہ ہوا تھا کہ نہیں ہوا تھا؟

دوسرا حصہ:

اور پھر یہ کہنا کہ آج کل کے سادات مراد لیے جاسکتے ہیں کہ نہیں۔
بھئی آج کل کے سادات کے بارے میں تو پکی بات یہ بھی نہیں کہ یہ سید بھی ہیں کہ نہیں۔

قارئینِ کرام!

پروفیسر صاحب کی گفتگو کو بغور ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی بھی دانشمند یقینی طور پر کہہ سکتا ہے کہ:

پروفیسر صاحب کی گفتگو میں "آج کل کے سادات" کا بیان دوسرے حصے سے شروع ہو رہا ہے۔

جس کا سیدھا سیدھا مطلب یہی نکلتا ہے کہ پروفیسر سعید اسعد کی گفتگو کا پہلا حصہ موجودہ ساداتِ کرام کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ مطلق اور ساری اولادِ رسول ﷺ کو شامل ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے لختہائے جگر شہزادگان و شہزادیاں علیہم السلام سب

داخل ہیں۔ ورنہ گفتگو کے دوسرے حصے میں "آج کل کے سادات" کہنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

قارئینِ محترم!

پروفیسر صاحب کی گفتگو بظاہر جتنی سادہ ہے، در حقیقت اتنی ہی ناپاک اور خطرناک ہے۔ پروفیسر صاحب ان دو جملوں میں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کی بنات وابناء علیہم السلام کی گمراہی تک پہنچ چکے ہیں۔ معاذ اللہ حسنینِ کریمین کی گمراہی کی تجویز دے چکے ہیں۔

قارئینِ کرام!

ظلم کی انتہا ہے۔ کسی جگہ تو دفاع اتنی شد و مد کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ حدودِ شرع کا پاس بھی نہیں رکھا جاتا۔ لیکن جب بات رسول اللہ ﷺ کی اولادِ پاک، اہلِ بیتِ کرام کی آتی ہے تو کوئی بھی باؤلا اٹھ کر ان ہستیوں کے لیے جو منہ میں آتا ہے بھونک دیتا ہے۔ اور اگر ایسے کمبخت کو لگام ڈالنے کی کوشش کی جائے تو ایک مخصوص طبقہ رافضیت کا بہانہ بنا کر خاندانِ رسول ﷺ کا دفاع کرنے والوں کو اہلسنت سے خارج کرنے کی ناپاک کوشش میں جت جاتا ہے۔

کیا یہی معیارِ حق ہے؟ کیا یہی سنیت ہے؟ کیا اہلِ عدل وانصاف کا یہی طریقہ ہے؟ کیا اہلِ سنت کے ہاں اہلِ بیتِ رسول ﷺ کے لیے کوئی عزت وحرمت نہیں؟؟؟

یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ ایک جانب آپ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کو گمراہی سے معصوم مانیں اور اس کو فکرِ قرآنی قرار دیں اور دوسری طرف رسول اللہ

ﷺ کی لختِ جگر جن کا شمار اکابر صحابیات میں ہوتا ہے، ان کے استثناء کے بغیر مطلقا بول دیں کہ: "خونِ رسول گمراہ ہو سکتا ہے"۔اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰالِمِینَ

کونسی گمراہی؟

قارئینِ محترم!

یہاں ایک اور بات سمجھنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ:

پروفیسر صاحب اولادِ رسول ﷺ کے لیے جس گمراہی کو جائز بتا رہے ہیں وہ کس حد تک کی گمراہی ہے؟

پروفیسر صاحب نے لفظ صرف "گمراہی" کا بولا ہے لیکن پروفیسر صاحب کی پیش کردہ دلیل قابل توجہ ہے۔ فرماتے ہیں:

نوح علیہ السلام بھی اللہ کے رسول نہیں تھے؟ تو ان کا بیٹا کیا ہوا تھا؟ گمراہ ہوا تھا کہ نہیں ہوا تھا؟

محترم قارئین!

حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹے کی گمراہی کون سی تھی؟

کوئی چھوٹی موٹی گمراہی یا کفر۔۔۔؟؟؟

اربابِ علم پر مخفی نہیں کہ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹے کی گمراہی کوئی معمولی گمراہی نہیں تھی بلکہ گمراہی کا سب سے خطرناک درجہ "کفر" تھا۔

مطلب صاف ہے کہ: پروفیسر صاحب کی گفتگو میں گمراہی سے مراد سب سے بدترین گمراہی کفر ہے۔

جس کے معنی یہ بنتے ہیں کہ:

پروفیسر سعید اسعد کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی اولاد معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کافر ہو سکتی ہے۔ اور اس میں کوئی تخصیص نہیں۔ جیسے آج کے دور کے ساداتِ کرام علی جدہم و علیہم السلام معاذ اللہ کافر بن سکتے ہیں، ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی لختہائے جگر سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم، سیدۂ کائنات علیہن السلام سے بھی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کفر کا ارتکاب جائز ہے۔

؎ آسمان را حق بود گر خون بگرید بر زمین

یہ کیسی ستم ظریفی ہے۔۔۔ یہ کیسا ظلم ہے کہ:

دو دو ٹکے کے مولوی خونِ رسول ﷺ کے بارے میں ایسی غلیظ بکواس کرتے پھر رہے ہیں اور اہلِ اسلام کے کان پہ جوں تک نہیں رینگ رہی۔۔۔!!!

فاضلِ بریلی کا موقف:

یہاں پر میں پروفیسر صاحب کو یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ:

آپ نے ساری زندگی فاضلِ بریلی حضرت مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام لے لے کر کھایا ہے اور سادہ لوح سنی عوام کو چونا لگایا ہے۔ ایسی ناپاک بات کرتے ہوئے کم از کم حضرت مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظریہ ہی پڑھ لیتے۔

حضرت مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں:

ائمہ دین اولیائے کاملین علمائے عالمین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تصریح فرماتے ہیں کہ ساداتِ کرام بحمد اللہ تعالیٰ خباثت کفر سے محفوظ و مصون ہیں

جو واقعی سید ہے اس سے کبھی کفر واقع نہ ہو گا۔

(فتاوی رضویہ15 / 732)

پروفیسر صاحب!

اب یہ نہ کہیے گا کہ آپ نے حقیقی سادات کی بات نہیں کی۔

آپ نے تو رسول اللہ ﷺ کی حقیقی بیٹیوں اور حقیقی بیٹوں سے بھی معاذ اللہ گمراہیِ کفر کے جائز ہونے کی بات کر دی ہے۔ جبکہ اعلیحضرت رحمہ اللہ تعالی تو تاقیامت ساداتِ کرام کے خباثتِ کفر سے مصون و محفوظ ہونے کے نظریہ کا پرچار کر رہے ہیں۔۔۔!!!

پروفیسر صاحب!

ہمت کیجیے اور کھل کر بول دیجیے کہ آپ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی کے عقائد و نظریات سے براءت اختیار کر چکے ہیں۔ اس کا کم از کم اتنا فائدہ ضرور ہو گا کہ سادہ لوح سنی عوام کسی حد تک آپ کے دھوکے سے بچ جائے گی۔

پروفیسر سعید اسعد کا دوہرا معیار:

پروفیسر سعید اسعد صاحب نے اپنی گفتگو میں فقط خونِ رسول ﷺ کی بات نہیں کی۔ بلکہ اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی بات بھی کی ہے۔ پروفیسر صاحب کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ:

"صحابیِ رسول ﷺ گمراہ نہیں ہو سکتا اور خونِ رسول ﷺ گمراہ ہو سکتا ہے۔"

ہم پروفیسر صاحب کے اس دوہرے معیار پر ان سے اتنا سوال کرنا چاہیں گے کہ:

اس دوہرے معیار کی وجہ کیا ہے؟

صحابیِ رسول ﷺ کو بھی رسول اللہ ﷺ کی نسبت حاصل ہے اور خونِ رسول ﷺ کو بھی رسول اللہ ﷺ کی نسبت حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی صحبت اتنا اثر کرے کہ آپ ﷺ کی صحبت میں لمحہ بھر بیٹھنے والا شخص گمراہی سے معصوم ہو جائے۔ تو کیا وجہ ہے کہ جن کی رگوں میں رسول اللہ ﷺ کا خون دوڑ رہا ہو، وہ گمراہی سے کیوں محفوظ نہیں؟

یہ بات اجلی بدیہیات سے ہے کہ:

مؤثر جس قدر طاقتور ہو، اثر ایسا ہی بھرپور ظاہر ہوتا ہے۔ صحابی کو حاصل ہونے والی نسبت محض عرضِ مفارق کے درجہ تک پہنچ پاتی ہے جبکہ خونِ رسول ﷺ کی نسبت نہ صرف لازم الوجود بلکہ جزوِ وجود ہے۔

جن ہستیوں کی نسبت عرضِ مفارق کے درجہ تک پہنچ پائے۔ ان کی شان تو یہ ہو کہ وہ گمراہی سے معصوم ہو کر معیارِ ہدایت بن جائیں۔ ان کے پیچھے چلنے والا ہدایت کا راہی قرار پائے۔ گمراہی اور ضلالت ان سے کوسوں دور بھاگ جائے۔

اور جن ذوات میں رسول اللہ ﷺ کے اجزاء موجود ہوں۔ جن کی رگوں میں سید الانبیاء ﷺ کا خون دوڑ رہا ہو۔ کیا وجہ ہے کہ وہاں یہ نسبت اتنا فائدہ بھی نہیں دے رہی جتنا فائدہ محض عرضِ مفارق ہونے کی حیثیت سے دے رہی تھی؟؟؟

حیرت کی بات ہے کہ:

جس حبیبِ خدا ﷺ کی صحبت ضلالت سے معصوم کر دیتی ہے۔ اس کے خون مبارک میں کوئی اثر ہی نہیں۔۔۔!! تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ

پروفیسر صاحب کا باطل استدلال:

پروفیسر صاحب اور پروفیسر صاحب جیسے اور بہت سے لوگ رسول اللہ ﷺ کی اولادِ امجاد سے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ گمراہی بلکہ کفر کے جواز و وقوع پر استدلال کے لیے حضرت سیدنا نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹے کے مسئلہ کو لے کر استدلال کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ استدلال اتنا مشہور ہے کہ اب تو زبانِ زدِ عام ہو چکا ہے۔

حالانکہ یہ استدلال اصولی طور پر بالکل فاسد ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ صحتِ قیاس کی شرائط میں سے ہے:

(1): مقیس کا مقیس علیہ کی نظیر ہونا۔

(2): فرع کا غیر منصوص علیہ ہونا۔

علامہ بزدوی متوفی 482ھ "اصول" میں صحتِ قیاس کی شرائط بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وَأَنْ يَتَعَدَّى الْحُكْمَ الشَّرْعِيَّ الثَّابِتَ بِالنَّصِّ بِعَيْنِهِ إِلَى فَرْعٍ هُوَ نَظِيرُهُ وَلَا نَصَّ فِيهِ

اور (ایک شرط یہ ہے کہ بذریعہ قیاس) ایسا حکمِ شرعی جو نص سے ثابت ہو۔ بعینہ ایسی فرع کی جانب متعدی ہو جو اصل کی نظیر اور غیر منصوص ہو۔

(اصول البزدوی مع شرحہ المسمی بکشف الاسرار 3/302)

امام شمس الائمہ سرخسی متوفی 483ھ کی گفتگو بھی ایسی ہی ہے۔ فرمایا:

يتَعَدَّى بِهِ إِلَى فرع هُوَ نَظِيره وَلَا نص فِيهِ

(حکم) بذریعہ قیاس ایسی فرع کی جانب متعدی ہو جو اصل کی نظیر ہو اور اس میں نص نہ ہو۔

(اصول السرخسی 2/149)

اور پروفیسر سعید صاحب کے استدلال میں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں۔

پہلی شرط کا فقدان:

حضرت سیدنا نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام عظیم پیغمبروں سے ہونے کے باوجود حضور سیدِ عالم رحمتِ عالم ﷺ کی نظیر نہیں۔ پس حضرت سیدنا نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد بھی رسولِ رحمت جانِ عالم ﷺ کی اولاد کی نظیر نہیں۔

حضور رحمتِ عالم ﷺ کے سید الانبیاء والرسل ہونے پر اتفاق کے بعد انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کے مابین ترتیبِ افضلیت میں علمائے اسلام کے کلمات مختلف ہیں۔ شیخِ مجدد رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مبدا و معاد میں اس ترتیب کو اختیار کیا:

سب سے افضل و اعلی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم۔ پھر حضرت سیدنا ابراہیم۔ پھر حضرت سیدنا عیسی۔ پھر حضرت سیدنا موسی۔ پھر حضرت سیدنا نوح۔ اور ان کے بعد حضرت سیدنا آدم علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام۔

(مبدا و معاد ص131)

بنابریں:

حضرت سیدنا نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد کی بابت وارد ہونے والی نص کو اصل بنا کر حضرت سیدنا موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد کو بھی قیاس نہیں کیا جا

سکتا۔ چہ جائیکہ ساری کائنات سے افضل واعلی بلند وبالا محبوبِ رب العالمین صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم کی اولادِ امجاد کو ان پر قیاس کیا جائے۔

اہلِ بیت دائرہِ قیاس سے خارج ہیں:

♥ ہماری بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت انس بن مالک نے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے روایت کی۔ فرمایا:

نَحن أهل بَيت لَا يُقَاس بِنَا أحد

ہم اہلِ بیت کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

(الفردوس بماثور الخطاب 4/283، الغرائب الملتقطۃ من مسند الفردوس 6/460، ذخائر العقبی ص17)

♥ یونہی حضرت سیدنا مولائے کائنات مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے مروی ہے، فرمایا:

نحن أهل بيت لا يقاس بنا أحد

ہم اہلِ بیت ہیں۔ ہمارے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

(تاریخِ دمشق 30/361، المشیخہ البغدادیۃ لابی طاہر 32)

اور یہ کوئی ایسی اختراعی بات نہیں جس کا دعوی ہم نے صدیوں بعد کر دیا ہو۔ امتِ مسلمہ میں جلیل القدر شخصیات نے اس فکر کو بیان کیا اور اس کو اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے۔

♥ امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ گرامی سے تفضیل کے بارے میں پوچھا تو والد صاحب نے فرمایا:

في الخلافة أبو بكر وعمر وعثمان

بابِ خلافت میں سب سے پہلے سیدنا ابو بکر صدیق، پھر سیدنا عمرِ فاروق، پھر سیدنا عثمانِ ذو النورین۔

عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی:

فعلي بن أبي طالب؟

پھر حضرت علی بن ابی طالب کا کیا معاملہ ہوا؟

امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

يا بني ، علي بن أبي طالب من أهل بيتٍ لا يقاس بهم أحد

بیٹا!

علی بن ابی طالب اہلِ بیت سے ہیں اور اہلِ بیت سے کسی کا موازنہ نہیں کرایا جا سکتا۔

(مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص219 ، الروایتین والوجہین للقاضی ابی یعلی 2/93،التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان للمالقی ص176)

♥ ابنِ جوزی متوفی597ھ التبصرۃ میں فرماتے ہیں:

وَكَانَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ إِذَا سُئِلَ عَنْ عَلِيٍّ وَأَهْلِ بَيْتِهِ. قَالَ: أَهْلُ بَيْتٍ لا يُقَاسُ بِهِمْ أَحَدٌ

امام احمد بن حنبل سے جب مولائے کائنات اور آپ کے اہلِ بیت کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو کہتے:

اہلِ بیت کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(التبصرۃ لابن الجوزی 1/ 458)

♥ محب الدین طبری متوفی 694ھ لکھتے ہیں کہ:

جب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کا بیان فرمایا۔ پھر سیدنا عمرِ فاروق۔ پھر سیدنا عثمان ذوالنورین۔ تو بعض طرقِ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے پوچھا:

فعلي؟

پھر علی کہاں ہیں؟

تو حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا:

علي من أهل البيت لا يقاس بهم، علي مع رسول الله -صلى الله عليه وسلم- في درجته إن الله -عز وجل- يقول: {وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ} فاطمة مع رسول الله -صلى الله عليه وسلم- في درجته وعلي مع فاطمة عليها السلام

مولا علی اہلِ بیت سے ہیں۔ ان کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ مولا علی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے درجہ میں ہوں گے۔ بے شک اللہ جل وعلا فرماتا ہے: وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولادوں نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان کی

اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے۔

لہذا سیدۂِ کائنات سیدہ فاطمہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے درجہ میں ہوں گی اور مولائے کائنات مولا علی سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ تعالی علیہا کے ساتھ ہوں گے۔

(الریاض النضرۃ 3/180)

♥ علامہ حسکانی نے اس روایت کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(شواہد التنزیل 2/197، 198)

♥ علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی 942ھ نے سبل الہدی والرشاد میں فضائلِ اہلِ بیت کے بیان میں مستقل فصل باندھی جس کو عنوان دیا:

الرابع في أنهم لا يقاس بهم أحد

چوتھی فصل اس بیان میں کہ اہلِ بیتِ کرام کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(سبل الہدی والرشاد 11/7)

تنبیہِ ہام:

واضح رہے کہ مذکورہ بالا عبارات و نصوص میں سے ہم صرف اور صرف اس بات پہ تائید لینا چاہ رہے ہیں کہ: "اہلِ بیتِ مصطفی ﷺ دائرہِ قیاس سے باہر ہیں۔"

فاضلِ بریلی کی فکر:

اور یہی فکر فاضلِ بریلی حضرت مولا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی کی ہے۔ فتاوی رضویہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

فالحق فی الجواب ما اقول من عدم صحة قیاس الانبیاء السابقین

وبنیهم علٰی نبینا سید المرسلین وبنیه صلی اﷲ تعالٰی علیه وعلیهم وسلم فلواستحق ابنه بعده النبوة لا یلزم منه استحقاق ابناء الانبیاء جمیعا هکذا رأیتنی کتبت علی هامش نسختی التیسیر ثم رأیت العلامة علی القاری ذکر مثله فی الموضوعات الکبیر فللّٰه الحمد

وقد اخرج الدیلمی عن انس بن مالک رضی اﷲ تعالٰی عنه قال قال رسو ل اﷲ صلی اﷲ تعالٰی علیه وسلم نحن اهل بیت لا یقاس بنا احد

تو جواب میں حق وہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں کہ:

انبیاء سابقین اور ان کے بیٹوں کا قیاس ہمارے نبی سید المرسلین اور ان کے صاحبزادوں پر درست نہیں۔ اللہ تعالی ہمارے نبی اور سب انبیاء پر درود و سلام فرمائے۔ پھر اگر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بیٹا نبوت کا مستحق ٹھہرے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی تمام انبیا کے بیٹے بھی نبوت کے مستحق ہوں۔

میں نے اپنی تیسیر کے نسخے پر یونہی حاشیہ لکھا بعد ازاں میں نے علامہ ملا قاری کو موضوعات کبیر میں اسی طرح ذکر کرتے ہوئے پایا فللّٰہ الحمد۔

دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے تخریج کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ہم اہلبیت پر کسی کو قیاس نہ کیا جائے۔

(فتاوی رضویہ15/ 673،674)

حاصلِ کلام یہ نکلا کہ:

اہلِ بیتِ کرام دائرۂِ قیاس سے باہر ہیں۔ اور وجہ اس کی وہی ہے جو سطورِ بالا میں مذکور ہوئی۔ قیاس کی صحت کی لیے اصل اور فرع کا ایک دوسرے کی نظیر ہونا ضروری ہے۔ جب انس و جن میں کوئی خاندان اس خاندان جیسا نہیں، کوئی گھرانہ اس گھرانے جیسا نہیں تو پھر قیاس کیسے درست ہو سکتا ہے ؟؟؟

پروفیسر صاحب کے استدلال میں کوئی دوسری خرابی نہ بھی ہو تو صرف یہ ایک خرابی ہی پروفیسر صاحب کے استدلال کو دیوار پہ دے مارنے کے لائق کر دیتی ہے۔

دوسری شرط کا فقدان:

لیکن ہم ایک دوسری خرابی کی نشاندہی بھی کر چکے۔ صحتِ قیاس کے لیے ضروری ہے کہ:

"فرع منصوص علیہ نہ ہو۔"

اور ما نحن فیہ میں فرع منصوص علیہ ہے۔

پہلی نص:

حدیثِ ثقلین جو حدیثِ متواتر ہے۔ بندہ نے اپنے رسالہ " **آلِ رسول ﷺ معیارِ ہدایت**" میں 25 صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کی مرویات کو جمع کیا ہے۔ متعدد صحابہ اور متعدد طرق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ بیتِ پاک اور قرآنِ عظیم کے بارے میں فرمایا:

وَإِنَّ اللَّطِيفَ الْخَبِيرَ أَخْبَرَنِي أَنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ

لطیف خبیر ذاتِ والا نے مجھے بتایا ہے کہ قرآن اور میری عترت، میرے اہلِ بیت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض پہ آن پہنچیں۔

پروفیسر صاحب!

آپ اس حدیث کی توجیہ کیا کرتے ہیں اور اس کا محمل کیا بیان کرتے ہیں۔ وہ ایک الگ بحث ہے۔ ہم یہاں صرف اتنا بتانا چاہتے ہیں کہ:

آپ نے حضرت سیدنا نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹے کے بارے میں وارد ہونے والی نص کو لے کر اولادِ رسول ﷺ کو ابنِ نوح پہ قیاس کرنے کی جو سعی کی ہے وہ فاسد و باطل ہے۔ کیونکہ ما نحن فیہ میں فرع منصوص علیہ ہے جب فرع منصوص علیہ ہے تو اس میں نص کا بیان کردہ حکم متحقق ہو گا نہ کہ بذریعہ قیاس اس کی جانب کھینچا جانے والا حکم۔

دوسری نص:

اولادِ رسول ﷺ جسے پروفیسر صاحب نے اپنے استدلالِ فاسد میں فرع کی حیثیت دے کر اولادِ حضرت نوح علیہ السلام پر قیاس کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس فرع میں ایک اور نص بھی موجود ہے جو پروفیسر سعید صاحب اور ان جیسے دیگر حضرات کے استدلال کے فساد کی دلیل ہے۔

کئی ایک صحابہ سے متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ كُلَّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي

قیامت کے روز ہر سبب اور نسب کٹ جائے گا، سوائے میرے سبب اور نسب کے۔

پروفیسر صاحب نے حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹے کے کفر کو سامنے رکھتے ہوئے اولادِ رسول ﷺ کے (معاذ اللہ) کفر کو جائز قرار دینے کی ناپاک کوشش کی ہے۔۔ حالانکہ حدیثِ مذکور ان نفوسِ عالیہ کی کفر سے سلامتی کی بشارت دے رہی ہے۔ کیونکہ اگر اولادِ رسول ﷺ سے معاذ اللہ خباثتِ کفر کو واقع ٹھہرایا جائے تو یقیناً نسب قطع ہو جائے گا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں: ہر نسب کٹ جائے گا لیکن میرا نسب نہ کٹے گا۔

یہ فرمانِ عالی دلیل ہے کہ اولادِ رسول ﷺ کفر سے محفوظ ومامون ہے۔

تیسری نص:

اور حق یہ ہے کہ فرمانِ باری تعالیٰ:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہلِ بیتِ کرام! تم سے رجس کو دور فرمادے اور تمہیں خوب پاک فرمادے۔

یہ فرمانِ باری تعالیٰ خود اس خانوادہ کی خباثتِ کفر سے محفوظ ہونے کی دلیل ہے۔

کیونکہ اس میں شک نہیں کہ "کفر" رجس ہے بلکہ بدترین رجس ہے۔ اور آیہ مقدسہ اہلِ بیتِ نبوت سے رجس کی دوری اور طہارت کاملہ کا اعلان فرمارہی ہے۔

فائدہ:

قرآنِ عظیم کی لطیف ترتیب دیکھیے۔ قرآنِ عظیم نے دس بار "رجس" کا ذکر فرمایا۔ پہلے اکیس پاروں میں مجموعی طور پر رجس کا ذکر 9 بار آتا ہے، بعض مقامات پہ

نکرہ اور بعض مقامات پہ معرفہ۔ "رجس" کا دسویں اور آخری بار ذکر مذکورہ بالا آیہ مقدسہ میں ہے اور معرفہ ہے۔

اور قاعدہ ہے کہ:

إذا أُعيدت النكرة معرفةً أو أعيدت المعرفةُ معرفةً كانت الثانيةُ عينَ الأولى

نکرہ کو معرفہ کر کے پھیرو یا معرفہ کو معرفہ کر کے پھیرو۔ دوسرا پہلے کا عین ہوتا ہے۔ بنابریں یہ کہنا بعید نہیں کہ: قرآنِ عظیم نے 9 بار رجس کا ذکر فرمایا، کبھی معرفہ کبھی نکرہ۔ مختلف مقامات پر معانی بھی مختلف ہیں۔ پھر اہلِ بیتِ پاک علیہم السلام کی پاکی کو بیان فرماتے ہوئے دسویں بار ذکر فرمایا اور معرفہ کر کے لایا گیا۔

جس کا مطلب یہ نکلا کہ: رجس، جتنی بھی قسموں کا مذکور ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ رجس کی ہر قسم اور ہر نوع کو اہلِ بیتِ رسول ﷺ سے نہ صرف دور فرمادے۔ بلکہ انہیں خوب پاک ستھرا بھی فرمادے۔ وللہ الحمد

بہر حال!

پروفیسر سعید اسعد صاحب سے کوئی پوچھے کہ آپ کی عقل کو کیا ہو گیا ہے؟؟؟

"آلِ محمد" میں سے اولادِ رسول کو نکالنے کے لیے "آلِ فرعون" والی آیات پڑھتے ہو، حالانکہ "آلِ یعقوب"، آلِ ابراہیم، آلِ داود والی آیات بھی پڑھی جا سکتی تھیں۔ لیکن آپ نے وہ ہی آیات پڑھیں جو ایک لاولد شخص کے بارے میں ناطق تھیں۔ نہ تو آپ کو رسول اللہ ﷺ کے نامِ نامی کا خیال آیا کہ "آلِ محمد" کے مقابل "آلِ فرعون" کا

ذکر نہ کروں۔ اور نہ ہی استدلال کے تقاضوں کو پورا کیا۔

اور یہاں بھی آپ حضرت نوح عیل نبیناو علیہ الصلوۃ والسلام کے کافر بیٹے کے بارے میں نازل ہونے والی آیت کو کھینچ تان کر اولادِ سیدِ کائنات کے لیے وہی حکم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اگر آپ دیانت داری کا مظاہرہ کرتے تو اولاد رسول ﷺ کے بارے میں قرآنِ عظیم کی آیاتِ بینات بھی موجود ہیں اور احادیثِ طیبہ میں بھی کثرت ہے۔ اس خاندانِ عالی شان کے احکام بیان کرنے کے لیے آپ کے ایڑے ترچھے قیاس کی حاجت ہی نہ تھی، اس خاندانِ عالی شان کی عظمتیں نصوص میں صراحتا موجود ہیں۔

علمائے اسلام کی تصریحات:

یہاں ہم اس چیز کا ذکر بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ سطورِ بالا میں ہم نے اولادِ رسول ﷺ کی خباثتِ کفر سے محفوظ ہونے کی جانب جو ضمنی اشارہ کیا۔۔۔ وہ ہمارا اختراعی موقف نہیں۔ علمائے اسلام اس بابت تصریحات فرما چکے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ سعید اسعد صاحب دانسہ یا نادانستہ ان سے صرفِ نظر کرنے میں ہی اپنا فائدہ سمجھیں۔

علامہ نبہانی:

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی فرمانِ رسول ﷺ **"لن یفترقا حتی یردا علي الحوض"** کے تحت لکھتے ہیں:

بل هو تحريض على إكرامهم وتبشير لهم بأنهم لا يفارقون دين الإسلام حتى يدخلوا الجنة بسلام، ويكفي هذا في معنى عدم تفرقهم من كتاب الله تعالى إلى ورود الحوض , ويدل لملازمتهم دين الإسلام من الكتاب قوله تعالى: { **إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ**

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا} وقد علمت مما تقدم أن الرجس شامل لجميع الذنوب والنقائص التي أقبحها الكفر , فهم قوم مطهرون من قبل الله تعالى , فلا يطرأ إليهم في دينهم خلل ولا يقع فى عقائدهم زيغ ولا زلل.

یعنی: اس فرمانِ گرامی کے ذریعے عترتِ رسول ﷺ کے اکرام کی ترغیب دی جارہی ہے۔ اور ان نفوسِ مبارکہ کو خوشخبری دی جارہی ہے کہ وہ لوگ اسلام کو نہیں چھوڑیں گے۔ حتی کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

اور حوض پر وارد ہونے تک کتاب اللہ کو نہ چھوڑنے کے لیے اس قدر کافی ہے۔

اور اولادِ رسول ﷺ کی دینِ اسلام سے دائمی وابستگی پر قرآنِ عظیم سے یہ فرمانِ باری تعالی دلالت کرتا ہے: اللہ تعالی تو یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے اہلِ بیت! تم سے "رجس" کو دور فرمادے اور تمہیں خوب ستھرا کر دے۔

اور تم گزشتہ گفتگو میں جان چکے ہو کہ "رجس" تمام گناہوں اور خامیوں کو شامل ہے جن میں سے سب سے قبیح کفر ہے۔

پ س اہلِ ب ی ت ﷺ ایسی قوم ہے جو اللہ جل وعلا کی جانب سے طہارت عطا کیے گئے ہیں۔ پس ان پر ان کے دین میں کسی طرح کا خلل طاری نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے عقائد میں کوئی کجی و لغزش آتی ہے۔

(الشرف المؤبد ص24)

اگلے صفحہ پر فرمایا:

وأذكر هنا دليلا ظهر لي من قوله صلى الله عليه وآله وسلم:" كُلُّ سَبَبٍ

وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلا سَبَبِي وِنَسَبِي ". فإنه يتضمن عصمة أهل بيت النبوة من الكفر , إذ لو جاز عليهم لما ساغ له صلى الله عليه وآله وسلم هذا الاستثناء , فإن الكفر أكبر قاطع للسبب والنسب , فاتصال نسبهم يوم القيامة به عليه الصلاة والسلام حجة على عدم مفارقتهم الدين بيقين.

میں یہاں ایک دلیل ذکر کرتا ہوں جو مجھ پر رسول اللہ ﷺ کے اس فرمانِ گرامی سے ظاہر ہوئی:

قیامت کے روز ہر سبب اور نسب کٹ جائے گا، سوائے میرے سبب اور نسب کے۔ یہ فرمانِ عالی شان اہلِ بیتِ نبوت کے کفر سے محفوظ ہونے پر مشتمل ہے۔ کیونکہ اگر ان حضرات سے (عیاذاباللہ) کفر جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ استثناء جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ کفر سبب اور نسب کا سب سے بڑا قاطع ہے۔ پس قیامت کے روز اولادِ رسول ﷺ کے نسب کا رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے جڑا رہنا ان ہستیوں کے دین کو نہ چھوڑنے کی یقینی حجت ہے۔

(الشرف المؤبد ص25)

علامہ ابنِ حجر مکی:

فتاوی حدیثیہ میں علامہ ابنِ حجر مکی لکھتے ہیں:

نعم الكفر إن فرض وقوعه لأحد من أهل البيت والعياذ بالله، هو الذي يقطع النسبة بين من وقع منه وبين شرفه صلى الله عليه وسلم، وإنما قلت إن فرض لأنني أكاد أن أجزم أن حقيقة الكفر لا تقع ممن

علم اتصال نسبه الصحيح بتلك البضعة الكريمة حاشاهم الله من ذلك

ہاں!

اگر اہلِ بیتِ کرام میں سے عیاذاباللہ کسی سے کفر کا وقوع فرض کیا جائے تو یہ وہ چیز ہے جو اس شخص جس سے واقع ہوا، اس کے اور رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ والا کے بیچ نسبت کو کاٹ دیتی ہے۔

اور میں نے کہا: "اگر فرض کیا جائے"

کیونکہ میں جزم کے قریب ہوں کہ جس کے نسبِ صحیح کا اس بضعہ کریمہ کے ساتھ متصل ہونا معلوم ہو، اس سے کفرِ حقیقی واقع نہیں ہوتا اللہ جل وعلا نے انہیں اس بڑی خرابی سے منزہ رکھا ہے۔

(الفتاوی الحدیثیۃ ص120)

علامہ نبہانی کا تبصرہ:

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے علامہ ابنِ حجر مکی کی اس گفتگو کو ذکر کرنے کے بعد کہا:

وهو كلام في غاية التحقيق , وسوى أن قوله أكاد أجزم أن حقيقة الكفر لا تقع إلى آخره الأولى فيه حذف أكاد لما تقدم في المقصد الأول من آية التطهير والأحاديث الواردة بالقطع لهم في الجنة وعدم انقطاع نسبهم يوم القيامة فإنه يدل على عدم وقوع حقيقة الكفر منهم بيقين

یہ گفتگو انتہائی تحقیقی ہے۔ سوائے علامہ ابن حجر کے اس قول کے کہ:

میں جزم کے قریب ہوں کہ الی آخرہ

بہتر یہ ہے کہ اس میں سے 'اکاد" یعنی " قریب" کا لفظ ہٹا دیا جائے۔ کیونکہ کتاب کے مقصدِ اول میں آیہ تطہیر اور وہ احادیثِ طیبہ گزر چکیں جو آلِ رسول ﷺ کے لازما جنتی ہونے اور روزِ قیامت ان کے نسب کے نہ کٹنے کے بیان میں ہیں۔

بے شک یہ اس بات کی دلیل ہے کہ: اولادِ رسول ﷺ سے کفرِ حقیقی واقع نہ ہو گا۔

(الشرف المؤبد ص 53)

فاضلِ بریلی:

ہم نے سطورِ بالا میں حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمہ اللہ تعالی کی گفتگو کا ایک حصہ ذکر کیا تھا۔ یہاں اس کے بعد والی کچھ گفتگو بھی ذکر کرنا چاہیں گے تا کہ پروفیسر صاحب اور ان جیسے دوسرے حضرات عوام کو دھوکا دینے سے باز آئیں۔ ایک جانب فاضلِ بریلی کا نام لے لے کر لوگوں کی جیبیں خالی کرواتے ہیں اور دوسری جانب تعلیماتِ اعلیحضرت سے کھلی روگردانی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

فاضلِ بریلی مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں:

ائمہ دین اولیائے کاملین علمائے عالمین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تصریح فرماتے ہیں کہ ساداتِ کرام بحمد اللہ تعالٰی خباثت کفر سے محفوظ و مصون ہیں جو واقعی سید ہے اس سے کبھی کفر واقع نہ ہو گا:

قال اللہ تعالٰی: انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا

اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے نجاست دور رکھے اے نبی کے گھر والو! اور تمہیں

خوب پاک کردے ستھرا کر کے۔

تمام فوائد اور بزار وابویعلی مسند اور طبرانی کبیر اور حاکم بافادہ تصحیح مستدرک میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان فاطمۃ احصنت فرجھا فحرمھا اللہ و ذریتھا علی النّار

بیشک فاطمہ نے اپنی حرمت پر نگاہ رکھی تو اللہ عزوجل نے اسے اور اس کی ساری نسل کو آگ پر حرام کردیا۔

اس کے بعد عنوان باندھا:"اہل بیت سے کوئی بھی جہنمی نہیں"

اس کے تحت لکھتے ہیں:

ابوالقاسم بن بشران اپنے امالی میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سالت ربی ان لا یدخل احدا من اھل بیتی النار فاعطانیھا

میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ میرے اہل بیت سے کسی کو دوزخ میں نہ ڈالے اس نے میری یہ مراد عطا فرمائی۔

پھر عنوان قائم کیا:"اہل بیت عذاب سے بری ہیں"

اس کے تحت لکھتے ہیں:

طبرانی بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بتول رضی اللہ تعالی عنہا سے

فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ غیر معذبک ولا ولدک

بیشک اللہ تعالیٰ نہ تجھے عذاب فرمائے گا نہ تیری اولاد کو۔

پھر عنوان باندھا:

"حضرت فاطمہ کی وجہ تسمیہ"

اس کے تحت لکھا:

ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

انما سمیت فاطمۃ لان اللہ فطمھا وذریتھا عن النار یوم القیٰمۃ

فاطمہ اس لئے نام ہوا کہ اللہ عزوجل نے اسے اور اس کی نسل کو روز قیامت آگ سے محفوظ فرمادیا۔

پھر عنوان باندھا:

"اہل بیت آگ میں نہیں جاسکتے"

قرطبی آیہ کریمہ **ولسوف یعطیک ربّک فترضٰی** کی تفسیر میں حضرت ترجمان القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناقل کہ انہوں نے فرمایا:

رضا محمد ﷺ ان لا یدخل احد من اھل بیتہ النّار

یعنی اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے راضی کردینے کا وعدہ فرمایا اور محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی رضا اس میں ہے کہ ان کے اہل

بیت سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔
نار دو قسم کی ہے، نارِ تطہیر کہ مومن عاصی جس کا مستحق ہو، اور نارِ خلود کافر کے لئے ہے، اہل بیت کرام میں حضرت امیر المؤمنین مرتضی و حضرت بتول زہرا و حضرت سید مجتبٰی و حضرت شہید کربلا صلی اللہ تعالٰی علٰی سید ہم و علیہم وبارک وسلم تو بالقطع والیقین ہر قسم سے ہمیشہ ہمیشہ محفوظ ہیں اس پر تو اجماع قائم اور نصوص متواترہ حاکم باقی نسل کریم تا قیام قیامت کے حق میں اگر بفضلہٖ تعالٰی مطلق دخول سے محفوظی لیجئے اور یہی ظاہر لفظ سے متبادر، اور اسی طرف کلماتِ اہل تحقیق ناظر، جب تو مراد بہت ظاہر، اور منع خلود مقصود جب بھی نفی کفر پر دلالت موجود۔
(فتاوی رضویہ15 / 731،732،733)
چند صفحات بعد دوبارہ فرمایا:
علمائے کرام تصریح فرما چکے کہ سید صحیح النسب سے کفر واقع نہ ہو گا۔
(فتاوی رضویہ15 /737)
اگے اصفحہ پر فرمایا:
حاشا للہ ہزار ہزار حاشاللہ نہ بطن پاک حضرت بتول زہرا میں معاذ اللہ کفر و کافری کی گنجائش، نہ جسم اطہر سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا کوئی پارہ کتنے ہی بُعد پر عیاذاً باللہ دخولِ نار کے لائق۔
(فتاوی رضویہ15 /738)

قارئینِ کرام!

ہماری گفتگو اس موقع پر طول پکڑ گئی لیکن اہلِ محبت کے لیے ان گنت فوائد اور غلامانِ خاندانِ رسول کے لیے فرحت و سرور کا باعث ضرور ہو گی۔

نتائجِ بحث:

بہر حال ان سطور سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ:

پروفیسر سعید اسعد نے اولادِ رسول ﷺ سے کفر تک کی گمراہی کے وقوع کو جائز ثابت کرنے کے لیے جس قیاس کا سہارا لیا، وہ قیاس سراسر فاسد ہے۔

نیز:

پروفیسر سعید اسعد صاحب اور ان جیسے دیگر ناصبیت نواز حضرات جو فاضلِ بریلی کا نام لے لے کر سادہ لوح سنی مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں، یہ سب ان حضرات کا دھوکا ہے۔ اگر یہ لوگ واقعی حقیقی رضوی اور فکرِ رضا کے ترجمان ہوتے تو اس قسم کی ناصبیت نواز باتیں ہر گز نہ کرتے۔

اختتامیہ:

گفتگو کی ابتداء میں بندہ نے ان سطور کو سپردِ قلم کرنے کا سبب بتاتے ہوئے عرض کی تھی کہ:

بندہ کے رسالہ "**گھر یا گھاٹ کوئی ایک چن لیں**" کے منظرِ عام پر آنے کے بعد پروفیسر سعید اسعد صاحب نے بھولا بننے کی کوشش کرتے ہوئے ویڈیو سرنامہ کے ذریعے یہ مطالبہ کیا کہ: "سعید اسعد کا قصور کیا"

سو ہم نے سطورِ بالا میں ان کا ایک نہیں۔۔۔ کئی ایک قصور گنوا دیئے ہیں جو اپنی جگہ "ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ" ہیں۔

پروفیسر صاحب کے پاس اگر کوئی دلیل ہے کہ یہ سب مسلکِ اہلِسنت اور مسلکِ رضا کی ترجمانی ہے تو اس دلیل کا اظہار فرمائیں۔

اور اگر پروفیسر صاحب مسلکِ رضا کو خیر باد کہہ چکے ہیں تو اس کا اعلان فرما دیں تا کہ عوامِ اہلِسنت ان کی حقیقت پہچان سکے۔

بصورتِ دیگر وہ اپنے دعاوی کو دلائل کی روشنی میں ثابت کریں۔

اور یہ کام خود کریں۔۔۔!!!

ارذل آصف دجالی والی حرکتوں کا اعادہ نہ کریں۔

ارذل آصف دجالی کا مناظرہ سے فرار:

جیسے وہ شترِ بے مہار مناظرہ مناظرہ کرتے نہیں تھکتا تھا۔ جب 18 جنوری 2021ء کو

سرزمینِ لودھراں پر بندہ نے اسے مناظرہ کے سلسلے میں مخاطب بنایا اور 02 فروری 2021ء تک کا وقت دیا۔ مناظرہ کے موضوعات باقاعدہ اس کی جانب ارسال بھی کر دیئے جو اسے موصول ہو گئے۔ لیکن بھگوڑا گھر کے سب سے اندر والے کمرے میں چارپائی کے نیچے چھپ کر بیٹھ گیا۔ لودھراں آنا تو دور کی بات 15 دن تک اسٹوڈیو میں بھی نہیں نکلا۔ البتہ فتنہ فساد اور سادہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی خاطر اپنے شیاطین کو کھول دیا کہ وہ فتنہ وفساد بپا کریں اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکیں۔

پروفیسر صاحب!

آپ مہربانی فرمائیں۔ آپ اس گھٹیا انسان کی پیروی کے بجائے کسی اچھے انسان کی پیروی فرمائیں اور تاریخ میں اپنا نام اچھے الفاظ میں لکھوائیں۔

حرکتیں آپ کی جانب سے بھی ویسی ہی شروع ہو چکی ہیں اور آپ کے ہونہار تلامذہ میں بھی ارذل آصف دجالی کے شاگردوں کی جھلک صاف دکھائی دے رہی ہے۔ لیکن میں اب تک آپ کے بارے میں خوش گمان ہوں کہ:

شاید آپ اتنا نہ گریں جتنا ارذل آصف دجالی گر چکا ہے۔

پروفیسر صاحب!

ہمارا مطالبہ غیر اصولی نہیں۔۔۔!!!

گفتگو آپ کی ہے۔ دعای آپ کے ہیں تو بتایئے کہ ثابت کون کرے گا؟

آپ یا آپ کے تلامذہ؟

جو ابھی تک ڈھنگ سے بولنا نہیں سیکھ پائے۔۔۔!!!

امت کے حال پہ رحم کریں اور اپنے دعاوی باطلہ کو دلائل سے ثابت کریں۔ اور اگر ثابت نہیں کر سکتے تو اپنی ان خرافات سے توبہ فرمائیں۔

میں سطورِ بالا میں بھی کہہ چکا کہ:

دعوی تو اتحادِ امت کا ہے لیکن امت میں افتراق و انتشار کا کوئی موقع آپ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

جو آپ کا طرزِ عمل اور طرزِ گفتگو ہے۔ کیا اسے دعوتِ اتحاد کہا جا سکتا ہے؟

ایک طرف آپ ناحق شرک کے فتوے داغ رہے ہیں۔۔۔ حقائق کو چھپا کر خلافِ حقیقت باتیں اڑا رہے ہیں۔۔۔ خاندانِ رسالت ﷺ کی خداداد عظمتوں کو چھپانے اور گھٹانے کے لیے سرگرداں ہیں۔

اور دوسری طرف جب آپ کے دعاوی باطلہ پر مؤاخذہ کیا گیا تو اصولی طریقہ اپنانے کے بجائے وہی شرارت بازی جو پہلے بھی کئی بار ہو چکی، اسی کو دہرایا جا رہا ہے۔۔۔!!!

تو بتایئے کہ:

پھر اتحادِ امت کا جھوٹا دعوی کیوں کرتے ہیں؟

آپ کا دعوائے اتحاد بھی ارذل آصف دجالی والے دعوائے اتحاد کی مانند لگتا ہے۔

جیسے اس بدبخت نے جگر گوشۂ رسول ﷺ کی گستاخی کے بعد امتِ مسلمہ کو دو لخت کر دیا لیکن ساتھ ہی "اتحاد" کے فارمولے بھی پڑھ کر سناتا رہا۔

وہی کارگزاری آپ کی ہے کہ: دعوی اتحادِ امت کا اور کاوشیں تفریقِ امت کی۔۔۔!!!

فَإِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اللہ کریم جل وعلا سے دعا ہے کہ اللہ کریم ہمیں حق سمجھنے، حق کو قبول کرنے، حق پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔

اللہ کریم علمائے سوء کے شر سے امتِ مسلمہ کو بچائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ

از قلم:

محمد چمن زمان نجم القادری

رئیس جامعۃ العین۔ سکھر

27 جمادی الاولی 1444ھ

22 دسمبر 2022ء